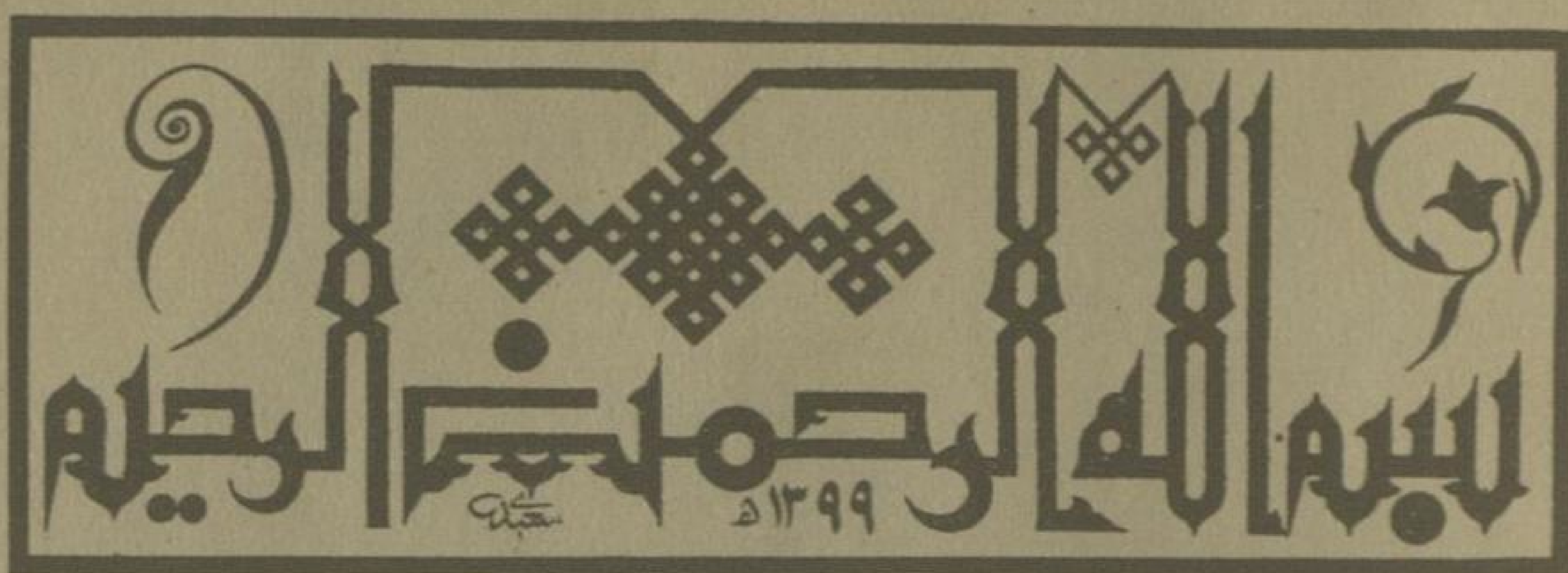
ہشت محفل

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر مطبوعہ اور نایاب ملفوظات کی اشاعت اول

ترتیب و تصنیف
سید محمد باقر بن شاہ ابوالمعالی

تحقیق و ترجمہ
ڈاکٹر ظہور الدین احمد

اسلامک بک فاؤنڈیشن ○ لاہور



ہشت محفل

احوال و آثار شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ

ہشت محفل

سعیدی

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے غیر مطبوعہ اور نایاب ملفوظات کی اشاعت اوّلین

ترتیب و تالیف

سیّد محمد باقر بن شاہ ابوالمعالیؒ

تحقیق و ترجمہ

ڈاکٹر ظہور الدین احمد

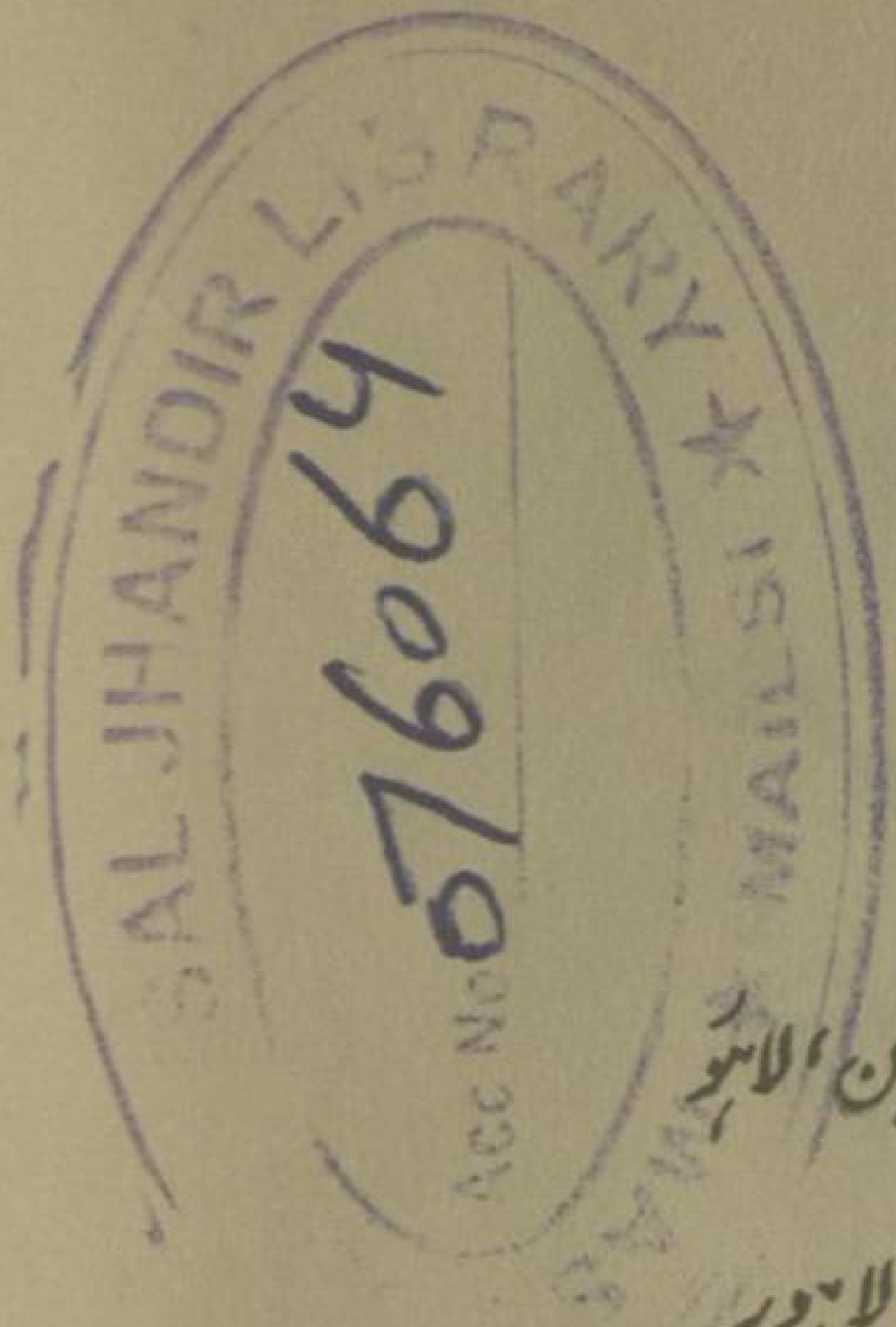


اسلامک بک فاؤنڈیشن

مؤسسہ انتشارات اسلامی

۲۴۹ - این سمن آباد ○ لاہور

فون ۴۱۵۲۴۷



سلسلہ مطبوعات نمبر: ۲۴



ناشر ——— اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور
طابع ——— مکتبہ جدید پریس، لاہور
تقسیم کار ——— المعارف، گنج بخش روڈ، لاہور
سالِ اشاعت ——— ۱۴۰۰ھ ○ ۱۹۸۰ء
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ——— مجلّد: -/۲۱ روپے





بسعی واہتمام:

الحاج محمد ارشد قریشی القادری

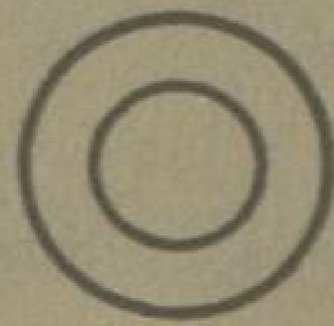
ایم اے (اقتصادیات) ایم اے (علوم اسلامیہ)

اعزازی ڈائریکٹر : اسلامک بک فاؤنڈیشن

۲۴۹-این سمن آباد - لاہور ○ فون ۴۱۵۲۶۰

واحد تقسیم کار: "المعارف" گنج بخش روڈ، لاہور

ترتیب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

یہ رسالہ شاہ ابوالمعالیؒ کی زندگی کے آٹھ دنوں یا آٹھ محفلوں کی روئداد ہے جو ان کے بیٹے سید محمد باقرؒ نے مرتب کی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری مجموعہ شیرانی میں شمارہ ۲۲۴۰ پر اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ اس کے پہلے ایک دو ورق کم ہیں۔ اس لیے متعین نہیں ہو سکا کہ اس میں کس سال کے رمضان کی آٹھ محفلوں کا ذکر ہے۔ مذکورہ نسخہ ۱۰۸۸ھ کا لکھا ہوا ہے اور کافی کرم خوردہ ہے۔ خط روان نستعلیق ہے۔ بعض جگہ کتابت کی غلطیاں ہیں۔ آب زدہ ہونے کی وجہ سے داغ آلود ہے۔ ہر صفحے میں ۱۷ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً ۸ لفظ۔ ابھی تک اس کے کسی دوسرے نسخے کا سراغ نہیں ملا۔

اس کتابچے کی یادداشتوں کو ملفوظاتِ ابوالمعالی کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ یادداشتوں کے مرتب ان کے فرزند محمد باقرؒ ہیں جو شاہ صاحب کو بہت عزیز تھے۔ چنانچہ انھی ملفوظات میں ان کے بارے میں یہ شعر ملتا ہے ؎

بود معمور فیضِ لایزالی — محمد باقر ابنِ بوالمعالی!

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"سید محمد باقر فرزند مقبول الشانست و رعایتی خاص بروی دارند"[1]

ان کی طرزِ نگارش سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں استعداد موجود تھی۔ تبھی تو وہ اپنے والد محترم کی محفلوں میں حاضر رہتے تھے اور ان کے ارشادات سے فیض یاب ہوتے تھے۔

---

[1] کتاب المکاتیب والرسائل۔ دہلی ص ۳۰۵

ان ملفوظات سے شاہ ابوالمعالیؒ کے علم وفضل، ذوقِ شعر اور کمالاتِ معنوی پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ اکثر مصاحبین اور شرکائے محفل کے سامنے اپنے مرشدِ عالی حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانیؒ کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے فرمودات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین نے اپنی وفات کے قریب اپنے فرزندِ ارجمند سید عبدالوہاب کو جو نصیحت کی وہ توحید و توکل اور استعانت باللہ کے بلند مقام کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

مؤلف کا بیان ہے کہ شاہ صاحب اپنے نورِ باطن سے حاضرِ مخاطب کے دل کی بات معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ کتاب میں مذکورہ واقعات سے ظاہر ہے کہ اگر انہوں نے کسی کے حق میں دعا کی تو وہ مقبول ہوئی۔ ان کی پیش گوئیاں بھی سچ ثابت ہوتی تھیں۔

ان ملفوظات کا علمی پہلو بھی اہم ہے۔ مؤلف نے معرفت و حقیقت کے بعض نکات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ایک محفل میں سلسلہ قادریہ میں مرید ہونے کے آداب بیان کیے ہیں اور ساتھ ہی مرید بنانے کے سلسلے میں مرشد پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اگرچہ یہ مختصر رسالہ ہے لیکن اس میں ظاہر و باطن کو بنانے اور سنوارنے کے لیے بہت سی مفید باتیں ہیں۔ اس لیے ہم نے متن کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ تاکہ عوام بھی مستفید ہو سکیں۔

اسلامک بُک فاؤنڈیشن نے پنجاب کے صوفیہ اور صوفی ادب پر مُستند علمی اور تحقیقی کتابوں کی اشاعت کا جو مہتم بالشان کام شروع کیا ہے، ہشت محفل کی اشاعت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اُمید ہے دینی اور علمی حلقے فاؤنڈیشن کی سابقہ کتابوں کی طرح اس کاوش کو بھی پذیرائی بخشیں گے۔

ڈاکٹر ظہور الدین احمد

طالبِ دعا: ...

احوال و آثار

شاہ ابوالمعالی

مرتّب
ڈاکٹر ظہور الدین احمد

ابو المعالیؒ

شاہ ابو المعالیؒ نے اپنے نام کے متعلق خود لکھا ہے :

"پیر نامم ابو المعالی کرد"۔

معاصر تذکروں میں یعنی اخبار الاخیار مؤلفہ عبد الحق محدث دھلویؒ اور منتخب التواریخ مؤلفہ عبد القادر بدایونی میں بھی یہی نام لکھا ہے۔ متاخرین تذکرہ نگاروں مثلاً غلام سرور مؤلف حدیقۃ الاولیاً نے خیر الدین ابو المعالیؒ لکھا ہے۔ متاخرین ان کو کرمانی لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کرمان کے صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ لیکن عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد عرب سے آئے تھے۔ یہ صحیح ہے لیکن وہ عرب چھوڑ کر سیدھے ہندوستان نہیں آ گئے تھے۔ بلکہ کرمان میں مقیم ہو گئے تھے اور بعد میں ۹۰۰ھ کے آغاز میں ان میں سے میر فیض اللہ باقی اور سید مبارک اُچ کے قریب قصبہ داؤد خیال میں مکان بنا کر رہنے لگے۔[1] بقول بدایونی وہ نواحی ملتان کے قصبہ سیت پور میں آباد ہو گئے۔ بعض سوانح نگاروں نے سیت پور کو غلط پڑھ کر ھیبت پور لکھا ہے۔ شاہ ابو المعالیؒ کے والد کا نام سید رحمت اللہ تھا۔ ان کے دو چچا تھے۔ سید داؤد اور سید جلال الدین۔ ان میں سے سید داؤد اپنی صلاحیت، ریاضت اور توفیق خداوندی سے اپنے وقت کے عالی مرتبہ اور صاحب کشف و کرامت بزرگ شمار ہوئے۔ سید داؤد کے والد سید فتح اللہ[2] ان کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے اور ان کے بڑے بھائی سید رحمت اللہ یعنی ابو المعالیؒ کے والد نے ان کی پرورش و تربیت کی تھی۔ یہ لوگ سیت پور سے چونی یا چونیاں ضلع لاہور میں[3] اٹھ آئے۔ پھر دیبال پور کے قریب قصبہ

---

[1] مقاماتِ داؤدی، عبد الباقی، روٹوگراف پنجاب یونیورسٹی لائبریری ص ۴

[2] گلزار ابرار مؤلفہ محمد غوثی (مرتبہ ۱۰۱۴ — ۱۰۳۰ھ) میں سید داؤد کے والد کا نام شیخ فیض اللہ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (اذکار الابرار، ترجمہ گلزار ابرار ص ۲۰۷)

[3] منتخب التواریخ، کلکتہ، ج ۳، ص ۳۰

شیر گڑھ میں جا بسے۔ مقاماتِ داؤدی میں ذکر ہے کہ سید فتح اللہ داؤد جالی سے اٹھ کر ستگرہ (ضلع ساہیوال) میں آ گئے۔ سید داؤد کا مزار شیر گڑھ میں ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تذکروں میں سید داؤد کو جھنی وال لکھا ہے۔ اصل میں یہ چھینی وال ہے یعنی چونی وال۔ بعض سوانح نگاروں نے چونی وال کو ہی ایک جگہ سمجھ لیا ہے۔

شاہ ابوالمعالیؒ شیر گڑھ میں ۹۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بدایونی نے "ابوالمعالی حق پرست" اور "گدائے شیخ داؤد" سے تاریخ ولادت نکالی ہے۔ بادشاہ نامہ عبدالحمید لاہوری مطبوعہ کلکتہ، جلد اول، حصہ دوم، صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷ پر شاہ ابوالمعالیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ "مولد و منشا از قصبۂ بھیرہ است از پرگنات دار السلطنت لاہور در خدمت میاں میر ترک و تجرید اختیار نمودہ"۔ سید عبداللطیف مصنف تاریخِ لاہور نے اسی تاریخ کے حوالے سے شاہ ابوالمعالیؒ کی جائے ولادت بھیرہ لکھی ہے جو غلط ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور ابوالمعالیؒ ہوں گے۔ کیونکہ عبدالحمید لاہوری ۱۰۶۰ھ میں وفات پا گئے اور انہوں نے شاہ ابوالمعالیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"از اہل و عیال گسیختہ اکنون لشغلی کہ ازاں را نوردی بیدای یقین غرا گرفتہ مشغول است۔"

گویا تالیف بادشاہ نامہ کے وقت ابوالمعالیؒ زندہ تھے۔ حالانکہ شاہ ابوالمعالیؒ ۱۰۲۴ھ میں وفات پا چکے تھے۔

پانچویں پشت تک شاہ ابوالمعالیؒ کا نسب نامہ یوں ہے:

سید تقی الدین احمد (عرب سے کرمان آئے)

|

صفی الدین آدم

|

میر فیض اللہ باقی | کاظم علی | سہ دختر

میر فیض اللہ باقی — کاظم علی — سہ دختر

سید محمد مبارک — ابوالحسن و محمد رشید

سید فتح اللہ — سید محمد ھارون — سید الہ داد — سعد اللہ

فاطمہ — سید رحمت اللہ — سید داؤد — سید جلال الدین — خوند بی بی

شاہ ابوالمعالیؒ

شاہ ابوالمعالیؒ

شاہ ابوالمعالیؒ نے شیر گڑھ ہی میں اپنے والد اور چچا سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور اپنے چچا سید داؤد کے زیر ھدایت روحانیت کے مقامات طے کیے۔ انہوں نے شاہ ابوالمعالیؒ کو اپنے ایک مریدِ خاص شیخ عبدالوہاب کے سپرد بھی کیا تاکہ وہ ان کو صوفیہ کے آدابِ سلوک و طریقت سکھائیں[۱]۔ انہوں نے خوب ریاضت کی۔ وہ صوم وصال صحرا میں گذارتے، نیلوفر کے سبز پتے کھا کر روزہ افطار کرتے اور اکثر روزہ "طی اربعین" تک پہنچاتے[۲]۔ اس طرح وہ مرشد کی نظر میں مقبول ہوئے اور ۹۸۵ھ میں ان کی وفات پر ان کے خلیفہ نامزد ہوئے۔ تحفہ معالیہ میں لکھا ہے کہ وہ انتیس (۲۹) سال تک وہیں رہے۔ پھر اپنے پیر کے روحانی ارشاد پر خلافت ان کے بیٹے شیخ عبداللہ کے حوالے کی اور خود ۱۰۱۱ھ یعنی ۵۱ سال کی عمر میں لاہور روانہ ہوئے اور ۱۰۲۴ھ یعنی سال وفات تک یہیں مقیم رہے۔ مقاماتِ داؤدی مؤلفہ ۱۰۵۶ھ میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۰۱۵ھ سے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی لیکن اس تاریخ سے پہلے بھی لاہور میں ان کی موجودگی کی اطلاع ملتی ہے۔ انہوں

۱؎ مقاماتِ داؤدی، پنجاب یونیورسٹی روٹو گراف ص ۲۲۳

۲؎ ایضاً ص ۲۶۶

۳؎ تحفہ معالیہ ص ۱۴

نے شیخ مبارک کی وفات پر فیضی کو تعزیتی نامہ لکھا اور اپنی معذوری کا عذر کر کے اپنے بیٹے محمد صادق کو فاتحہ کے لیے بھیجا۔ وہ خط یہ ہے:

"بسی در خور و لائق بود کہ بدل افگار و چشم اشکبار اظہار ہم پائی در اندوہ خرد، جدائی بسرعت و اضطراب بجا آوردہ می شد و از جہت عذری کہ بود از دریافت سعادت حضور ماند۔ العذر عند الکریم معذور و مقبول و مامول است و فرزندار جمند محمد صادق از برای ابلاغ فاتحہ مفتح الابواب قربت و دعای مزید حیات بوافی بحضرت متوجہ گشت تا بشرف ملازمت اشراف یافتہ دریں حادثہ خون انگیز و واقعہ درد آمیز بملازمان ہم رنگی و ہم آہنگی فقرا، باز نماید"[1]

خزینۃ الاصفیا، میں لکھا ہے کہ جب وہ شیر گڑھ سے لاہور آرہے تھے تو انھوں نے راستے میں کئی مقامات پر کنوئیں، تالاب اور باغ بنائے جو شاہ ابوالمعالیؒ کی جھوک مشہور ہوئے۔[2] معاصر اور قریب العصر تاریخوں میں ان عمارتوں کا کوئی ذکر نہیں۔

کنوئیں، باغ اور تالاب بنانے میں کافی وقت، محنت اور دولت چاہیے۔ ایک درویش بے نوا سے کہاں توقع رکھی جا سکتی ہے اور پھر کنوئیں، تالاب اور باغ کو جھوک کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جھوک گاؤں یا ڈیرہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ضلع ملتان میں اب بھی کئی گاؤں جھوک کے نام سے مشہور ہیں مثلاً جھوک حاجی، جھوک صالح۔[3]

شیر گڑھ چھوڑنے سے پہلے وہ ایک مرتبہ دہلی گئے تھے، وہ ایک مرتبہ ٹھٹھہ بھی گئے تھے، جہاں بابا شاعر نیازی سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔[4]

۱۔ مقامات داؤدی ص ۲۸۶

۲۔ خزینۃ الاصفیا، غلام سرور، ج ۱، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰

۳۔ ڈسٹرکٹ سنسر رپورٹ ۱۹۶۰ء، ملتان، ۸۴۔ ۷

۴۔ مقامات داؤدی ص ۲۸۰

ہشت محفل یعنی ملفوظات شاہ ابوالمعالی مرتبہ سید محمد باقر کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی فقیری، درویشی، پاک بینی اور دریدہ دری کے بہت چرچے ہوئے۔ چنانچہ لوگ دور دراز سے فیض پانے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے مرید بنتے۔

شیخ عبدالحقؒ اور شاہ ابوالمعالیؒ

شیخ عبدالحقؒ دہلوی جو خود عالم مفسر، محدث، شاعر اور صوفی تھے۔ شاہ ابوالمعالیؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ ان کے متعلق لکھا ہے:

"اسدالدین شاہ ابوالمعالیؒ کہ پیشیۂ جلالت و سرہنگ ایوان قدرت د اں والہاں آگاہ د عاشقاں درگاہ قادریہ است"[1]

اخبارالاخیار میں لکھتے ہیں:

"ابوالمعالی بغایت مناسبت عالی قدر متعالی وارد و ریاضت و مجاهده میکشد و قبولی تمام یافتہ و حسن مقال ضمیمہ صحت حال ساختہ۔ اشتیاقِ ملازمت او بسیار است۔ انشاء اللہ میسر گردد"[2]

انہوں نے شاہ ابوالمعالیؒ کی خدمت میں جو منظوم رقعہ لکھا ہے۔ اس سے ان کی عقیدت و شیفتگی کا علم ہوتا ہے۔ یہ نظم بھی محفوظ رکھنے کے قابل ہے۔

"رقعہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہٗ بجناب ہدایت وارشاد مآب زبدۃ الواصلین قدوۃ الراسخین حضرت شاہ ابوالمعالی قدس سرہ العزیز اینست"[3]

اے بادِ صبا بہ نیک فال　　رو برد در شاہِ ابوالمعالیؒ

---

[1] شرح فتوح الغیب، نولکشور ص ۲۲، ص ۲۵

[2] اخبار الاخیار، دہلی ص ۲۳۰

[3] مقامات داؤدی، مخطوطہ ص ۱۳۷، ۱۳۰ب

آں شاہ سریر علم و عرفان — سر حلقهٔ اهل ذوق و جدان
بر سجادهٔ عارفانِ آگاه — مقبول ازل عزیز درگاه
گر زانکه ره مجال یابی — ره در حرمِ وصال یابی
از بنده بوی دعا رسانی — با هر ادبی که می توانی
ثم از و حدیث اشتیاقی — من بعد شکایت الفراقِ
گو شوقِ تو از حد فزونست — از حیلهٔ گفت و گو برون است
مشتاق جمالِ تست حقی — جویان جمالِ تست حقی
عمریست که با تو ای یگانه — می بازم عشق غائبانه
همواره در انتظار آنم — تا قصهٔ ذوق بر تو خوانم
در سخت مدد کند بیایم — چشمم بجمالِ تو کشایم
تن اگرچه از خدمت تو دور است — جان که همیشه در حضور است
این نسبت ما که هست جانی — سر رشته کجاست هم تو دانی
تشنه لبان یک زلالیم — نظارگیان یک جمالیم
ما ره روانِ یک دیاریم — دلدادهٔ عشق یک نگاریم
افتاده بخاک یک جنابیم — سرمست ز بوی یک شرابیم
آشفته ز ذوق یک نوائیم — هر چند تو شاه ما گدائیم
خمیازه کشان یک خماریم — دل سوختگان یک شراریم
فیهات من گدا که باشم — لاف زنم که خواجه تاشم
با تو که بجای خواجه باشی — چون لاف زنم از خواجه تاشی
یک خواجه و صد هزار بنده — یک شاه و هزار سر فگنده
یک شاهد و صد هزار مفتون — یک لیلی و صد هزار مجنون

یک حسن، نظارگی زحد بیش — از تیرِ نگاه هر یکی ریش
بر سوی دل از دست داده — از راه شکستگی فتاده
تا سوی که چشم بر کشاید — بر روی مراد در کشاید
هر چند بلند و ما فروئیم — هر طور که هستیم ازان اوئیم
نظارگیٔ جمالِ پیریم — هر چند بدستِ نفس اسیریم
آلوده ز پای تا بفرقیم — در بحرِ ولای دوست غرقیم
از خم شکنانِ بادۂ عشق — وز رہ روان جادۂ عشق
داریم امید آنکه گاهی — بهر جانب ما فتد نگاهی
یک جرعه بخاکِ ما بریزد — بر ما بستیزه بر نخیزد
من بندۂ این درست کیشاں — جان و دلِ من فدای ایشاں

انہوں نے اپنے بیٹے کے نام ایک خط میں اپنے لاہور جانے اور شاہ ابوالمعالیؒ سے ملاقات کرنے کا حال لکھا ہے اور ان کے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں[1]۔ ایک دفعہ شاہ صاحب بیمار ہو گئے اور شیخ صاحب ان کی ملاقات کے لیے بے تاب ہوئے، لیکن چونکہ ان کو حکم تھا کہ وہ :

"بجنبد و از زاویۂ انزوا پای بیرون نہ نہد و از درویش و توانگر و خویش و بیگانہ و مردہ و زندہ ہیچ کس را نہ بیند و از جای بجای نرود"۔

اس لیے مجبور تھے۔ صحت کی بحالی پر اُن کو لکھتے ہیں :

"الحمدللہ کہ بخیر گذشت۔ حق جل وعلا سایۂ عنایت و محبت ایشاں بر فقرای این سلسلہ پائندہ دارد کہ وسیلۂ حل بسی از مشکلات و سبب آسانی دشواریہاست"۔

شیخ صاحب اس حبس و قید سے سخت قلق و اضطراب میں تھے اور ان کا دل ربیب و تشکک

---

[1] کتاب المکاتیب والرسائل در باب الکمال والتصایل۔ دہلی ص۳۲۳، ص۳۲۷

کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس لیے ایک مرتبہ شاہ صاحب نے انہیں لکھا:

"ہمہ خیر است وخوب خواھد بود۔ عنایات غوث الاعظمؒ بے شمار است۔ ہیچ غم واندیشہ را بخود راہ ندھند"۔

ایک مرتبہ شیخ صاحب دردِ غم و فراق سے نڈھال ہوتے جا رہے تھے۔ بے بس ہو کر ان کو لکھتے ہیں:

"اندوہ و تنگدلی از حد گذشتہ۔ وقتِ امداد و اعانت است۔ فریادرسی مما باید کرد و درد ای اغاثہ کبری کہ منتہی بجناب حضرت غوث الاعظمؒ است می باید پوشید و زرہِ ارادی در بر کرد و در قالب حقیقت عظمی اغوثیہ در آمد و تصرف کرد:

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا | دردا کہ رازِ پنہاں خواھد شد آشکارا
فریادِ دلِ غم زدہ را گر نکنی گوش | پس پیش کہ ز دست تو فریاد توان کرد"

آخر شیخ عبدالحق اپنی مشکل کشائی کے لیے لاہور پہنچ گئے۔ شاہ ابوالمعالیؒ ان دنوں کہیں لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب نے ان کی واپسی سے پہلے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔ جب شاہ صاحب واپس آئے تو فرمایا کہ ہمیں کچھ دیر باہر رہنا تھا لیکن ہمارے دِل میں ایک جذب و کشش پیدا ہوئی۔ شاید جذبۂ عشق تھا جو ہمیں کشاں کشاں لے آیا۔ پہلے تو بہت خفا ہوئے کہ آپ دہلی چھوڑ کر کیوں چلے آئے۔ آپ کے لیے حکم ہے کہ وہیں ٹھہریے۔ شیخ صاحب نے کہا کہ میں حضرت موسیٰ قدس سرہٗ کی زیارت کو جانا چاہتا تھا اور شیرگڑھ میں حضرت مرشد کے آستانۂ متبرکہ پر حاضر ہونا چاہتا تھا اور اچ میں مخدوم زادوں، پیرزادوں اور حضرت غوث الاعظمؒ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا تھا۔ لیکن حضرت ابوالمعالیؒ نے فرمایا۔ وہاں جانے کی ضرورت نہیں "ہمہ باشما اند واز شما جُدا نیستند" بس تم دہلی جاؤ۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے تمہارے متعلق یہ جملہ فرمایا ہے:

"حقت حقانیت حق حقت فردانیت حق" پھر فرمایا: "از تصنیفاتِ شما فائدہ دین و دنیا حاصل کردہ ایم۔ حق تعالیٰ شمارا بآن منتفع گرداند۔ اگرچہ سخنانِ مردم بسیار خواندہ ایم و خواندہ می شود۔ اما سخنانِ شمارا در فقر گوارائی است کہ سخنانِ مردم دیگر را نیست"۔

شیخ صاحب اپنے بیٹے کو لکھتے ہیں کہ آنحضرت لاہور سے فوراً دہلی چلے جانے پر مصر تھے، مگر میرے نفس بے ثبات میں تردد و تزلزل تھا۔ لیکن جب ان کی طرف سے تاکید و تائید اور تسلی و تبثیت ہو رہی تھی اور پھر جب ایسا باکمال شخص محض محبت و اخلاص سے بے غرض و بے عوض اتنا کچھ میرے لیے چاہتا ہو تو کون ایسا سنگدل ہو گا جو نرم نہ ہو جائے۔ ان کی صحبت کا اثر جو میرے ظاہر و باطن پر چھایا ہوا ہے۔ وہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتا۔

وداع ہوتے وقت شاہ صاحب نے فرمایا:

"توجہ خود بجانب حضرت غوث اعظمؒ درست دارید و از ہمہ کس قطع کنید ......

ہمہ چیز خواہد شد"۔

پھر فرمایا کہ شرح مشکوٰۃ کو مکمل کیجیے۔ انشاء اللہ ایسی کتاب ہو گی کہ اہلِ عالم اس سے مستفید ہوں گے۔ شرح مشکوٰۃ ۱۰۱۹ھ سے ۱۰۲۵ھ کے درمیان پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاہ ابوالمعالیؒ کے ساتھ ان کی ملاقات ۱۰۲۴ھ میں یعنی وفات سے ایک دو سال پہلے ہوئی ہو گی۔

شاہ ابوالمعالیؒ نے ہی ان کو حکم دیا کہ 'فتوح الغیب' مصنفہ غوث الاعظمؒ را ترجمہ باید کرد و شرح باید نوشت و ہم کارہا را باید کرد"[1]

شاہ ابوالمعالیؒ اور عبدالقادر بدایونیؒ

عبدالقادر بدایونیؒ کو بھی سید ابوالمعالی سے گہری عقیدت تھی۔ وہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"در چابک روی یگانہ زمانہ و در حالات و مقامات فقر و فنا نشانہ۔ اگر ذکر مو افقاں رود، نام او رونق۔ اگر نام سابقاں درمیان آید، ذکرِ او اسبق"[2]

شاہ ابوالمعالیؒ نے ان کو ایک خط لکھا تھا جس کو انہوں نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ ہم بھی

---

[1] شرح فتوح الغیب، نولکشور ص ۲۵

[2] منتخب التواریخ، کلکتہ، ج ۳، ص ۱۰۲، ص ۱۰۴

تبرکاً اسے محفوظ کر لیتے ہیں:

زادت اشتیاقاً والفواد بحرۃ	وفی طیّ احشائی توقد جمرۃ

متی یرجع الغیاب من طول سفرۃ

عزیزی! درایں زماں فترت فرقت از ہر آشنا و بیگانہ خیر خیریت پرساں، ہر کسی را قاصدی و رسولی پنداشتہ سلامی و پیامی چشم می داشت کہ ناگاہ رقیمہ مودت تمیمہ نسخہ صحت مزاج سودا زدگان ہجر یہ گردیدہ۔ شوق بر شوق و محبت بر محبت افزودہ۔ الآن جا بیان حضرت قادریہ بتلاطم امواج جانرا سراسیمہ و سرگرداں میدارد، در دِل بیرون می دھد، معذور خواھند داشت۔

ایہ بکم (کذا) عجمیا من سایراد ہی	فلم اُر من سکوی امامی ولا ورا
وما فی الحشا واللہ غیر ھواکم	یشاھدکم قلبی کانیّ بکم ارٰی
وفی قاع قبری قیلو بخواھم	فھم قبلتی مادمت حیا وفی القرٰی
اذا ما اتانی منکر ونکیرہ	اجیب نکیرا حین یاتی ومنکرا
اقول اسئلوا غیری فانی محبھم	وعھدی بھم فی حبھم ما تغیرا

(ہمہ بہمہ دعا میرساند: کتبہ الفقیر ابو المعالی)

در رقعۂ دیگر نوشتہ کہ:

ای عزیزی کہ ہمہ شب بدل من گردد، خرم آنروز کہ در دیدہ روشن گردد۔ سلام شوقیہ مرام رفیع الاعلام وادعیہ قادریہ نظام تبلیغ نمود۔ آنکہ محبت شعاری مولانا عبدالغفور و شیخ عمر را ممی ضرورلیست کہ بر نسیم التفات عالی بر آمدی دارد۔ اگر وقت آں عزیز گنجائش آں داشتہ باشد کہ وقوع یابد الحق بسیار خیر کثیر خواھد بود۔ (والدعا)

شاہ ابوالمعالیؒ اور ملک الشعراء فیضی

ملک الشعراء فیضی کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ ان کی درویشی کا چرچا کرتے تھے اور

ان کے اشعار آبدار لبتہ کرتے تھے۔ اس لیے ان سے ملاقات کے آرزو مند تھے۔ انھوں نے شاہ ابوالمعالی کو جو خط لکھا اور انھوں نے خط کا جواب لکھا۔ ان کی نقلیں مقامات داؤدی میں محفوظ ہیں۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب فیضی کا کتب خانہ بھی دیکھنے گئے اور تین دن تک ایسے انہماک سے دیکھتے رہے کہ کھانے پینے کا خیال تک نہ کیا۔ یہ واقعہ بھی ۱۰۰۱ھ سے پہلے کا ہوگا۔ کیونکہ دوستانہ مراسم قائم ہو چکے تھے۔ اس لیے انھوں نے فیضی کے والد شیخ مبارک کی وفات پر (۱۰۰۱ھ) تعزیت نامہ بھیجا۔ متذکرہ صدر دونوں خط بھی ہم نے تبرکاً یادگار کے طور پر محفوظ کر لیے ہیں :

نامہ فیضی بنام شاہ ابوالمعالیؒ

"ای دل برآر شہپر شوق و گذار خط — کفر محبت است نوشتن بہ یار خط
نیست قدم کہ سر کنم بادیہ فراق را — نامہ ببال لبتہ ام طائر اشتیاق را

سلام اللہ منشور الامالی — علی الشیخ الصفی ابی المعالیؒ

عمریست کہ از دیباچہ مکارم و معالی ایشاں سامعہ التذاذ میکرد۔ در وقت رفتن و آمدن بر آں شدہ بود کہ محبت نامہ فرستادہ رفع حجاب نماید۔ چوں در خاطر قرار نبود۔ بر آں قرار نگرفت و ازاں باز کہ دریں شہر کرامت قرب و جوار بہم رسیدہ می خواست کہ استمزاج وقت ایشاں نماید۔ امروز لفردا می افتاد تا دیگر امروز بی اختیار شود۔ صد ملامت بر جاذبہ شوق خود نمودہ۔ ایں صحیفہ اشتیاق را بمدد تکلیف روانہ ساخت۔ تکلف بر طرف، نفسی چند با دوستاں جانی بسر بردن بہ ہیچ چیز ایں نشار فانی برابر نمی تواں کرد کہ از عبور ہی گذر نخواہد بود : بیت

بزم نشاط بادہ کشانرا غنیمت است — ساقی بیا کہ صحبت یاراں غنیمت است"

جواب نامہ فیضی از شاہ ابوالمعالیؒ

سلام الرحمٰن نحو جنابکم — لان سلامی لا یلیق ببابکم

اسلمہ متحابہ وادعیہ مستجابہ کہ از زوایای قبای اشواق وقیقہ حقیقہ حصول یافت، ابراز می نماید، کہ چوں ہمای ذی ہوای اقبال برفرق فقرای شکستہ بال سایۂ شہبال سعادت اظلال گسترده، سروراین حال اینانراچناں از خود ربودہ کہ ہر چند می خواستند کہ وراوای شکر ایں دولت حرفی روا نمایند، نتوانستند، لاجرم بمجرد دعا اکتفا نمودہ شد۔ ہمیشہ لفیض اکبر اجدر باشند وآں کہ فقیر خود را بشرف صحبت سامی اشارت فرمودند۔ عزیزا! اسغیدارتن از وصول وی لبی افسردہ بود۔ نیت دارد کہ بایں انسیت اگر بہار نسیم یابد، از ہر چہ زود تر بمشیت اللہ تعالیٰ برسد۔ انہ علیٰ ذالک قدیر بالاجابت جدید[1]۔ والسلام"

شاہ ابوالمعالیؒ اور سیّد داؤدؒ

شاہ ابوالمعالیؒ کو اپنے پیر سے عشق تھا۔ ان کی دعا تھی:

"ای خدای من! مرا انجام کار، زندہ و مردہ بعشق پیر دار"۔

اور وہ کہا کرتے تھے: "ہیچ کاری وہیچ حرکت وسکنت نمی کنم الا باشارت شیخ خود کہ شیخ داؤد اند۔ قدس سرہ العزیز[2]۔ شیخ داؤد کی مدح میں انہوں نے جو اشعار کہے ہیں۔ ان سے ان کا جوشِ عقیدت واضح ہے:

ہستم از جام نیست ہمہ دم والہ ومست	ایں وآں راچہ شناسم من داؤد پرست
دلِ افسردہ کی یابد بگفت ہر کسی گرمی	دلِ داؤدی باید کہ آہن را دھد نرمی
بتختِ فقر بنشینم چو حاصل گشتہ مقصودم	سلیمانی کنم کز جاں غلامِ شاہ داؤدم

رُباعی:

---

[1] مقاماتِ داؤدی، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، شمارہ ۲۹ II ppc، ص۱۴۰ ب، ص۱۴۱

روٹوگراف مقامات داؤدی ص۲۰۵

[2] کتاب المکاتیب والرسائل، دھلی ص۳۰۳

یارب نظری زعین مقصودم بخش ‏ ‏ ‏ آزادگی ز بود و نابودم بخش!
ہر چند نیم در خورِ ایں دولتِ خاص ‏ ‏ ‏ یک ذرہ ز عشق شیخ داؤدم بخش!

شاہ ابوالمعالیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

چونکہ شیخ داؤد سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔ اس لیے شاہ ابوالمعالیؒ بھی اپنے پیر کی بعیت میں قادری ہوئے۔ اِس سلسلے کے بانی غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے ان کو والہانہ عقیدت تھی اور انہوں نے حضرت غوث الاعظمؒ کی منقبت اور مدح و ستائش میں بیشمار اشعار کہے ہیں، ہم یہاں صرف ایک شعر نقل کرتے ہیں ؎

بادشاہی وجہاں را قادری ‏ ‏ ‏ غیر تو کسی را قادری

شاہ ابوالمعالیؒ کے متعلق مشہور تھا کہ انہیں غوث الاعظمؒ کے ساتھ ایسا توسّل و تقرب ہے کہ وہ خواب میں آکر ان کی رہنمائی فرماتے ہیں اور ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ اس ضمن میں دارا شکوہ نے ان کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ اگرچہ بہت سی کرامات پیروں سے منسوب ہوجاتی ہیں اور آج کل کی سائنسی اور عقلی دنیا میں ایسی خلاف عادت باتوں پر یقین کرنا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن بعض عصری ثقہ شہادتوں کی بنا پر اس قسم کی محیّر العقول باتوں پر یقین کر لینا بعید از عقل نہیں۔ دارا شکوہ لکھتے ہیں کہ اِن سے اخوند مُلّا نعمت اللہ نے بیان کیا (یہ مُلّا حضرت میاں میرؒ کے مرید اور دارا شکوہ کے مرشد حضرت مُلّا شاہ کے دوست اور پیر بھائی تھے)، ایک دن میرے دل میں آیا کہ مجھے غوث الثقلین سے عقیدت ہے۔ کیا انہیں بھی اس بات کی خبر ہے کہ نہیں؟ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی مقام پر میں عاجز و بے بس ہو گیا ہوں۔ میرا سر ننگا ہے۔ اس وقت غوث الثقلین حاضر ہوئے اور مجھے سفید پگڑی عنایت کی اور فرمایا: "مُلّا نعمت اللہ! ہم ایسے موقعوں پر باخبر رہتے ہیں"۔ اس سے اگلے دن شاہ ابوالمعالیؒ نے مجھے بلایا اور سفید پگڑی عنایت کی اور فرمایا کہ یہ وہی پگڑی ہے[1]۔

---

[1] سفینۃ الاولیاء، نولکشور ص ۱۹۶

شاہ ابوالمعالیؒ کو کشفِ باطن یعنی کشفِ قلوب کا ملکہ حاصل تھا۔"ہشت محفل" میں چند واقعات مندرج ہیں۔ لیکن سب سے مصدقہ شہادت داراشکوہ کی ہے۔ جنہوں نے اپنے پیرِ مرشد کی زبانی بیان کیا ہے کہ :

"ایک دن میں مُلّا نعمت اللہ کے ہمراہ آپ کی زیارت کو گیا۔ ایک شخص ان کے لیے ایک تسبیح لایا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر شاہ صاحب، صاحبِ کرامات ہیں تو یہ تسبیح مجھے مرحمت فرمائیں۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو انہوں نے مجھے بلایا اور وہ تسبیح مجھے عنایت فرمائی اور کہا ؛ جب یہ تسبیح تمہارے ہاتھ میں آئے تو سو مرتبہ صلوٰت پڑھو۔[۱]"

شاہ ابوالمعالیؒ کی اصل شہرت تو ان کی درویشی اور کمالاتِ معنوی کی وجہ سے ہے۔ لیکن شاعر ہونے کی حیثیت سے بھی ان کا رتبہ کچھ کم نہیں۔ لیکن اس کی طرف انہوں نے کم توجہ دی ہے۔ ان کا ایک مرتب دیوان بھی موجود ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی بعض جگہ اُن کے اشعار نظر آتے ہیں۔"

انہیں تالیف و تصنیف کا بھی شوق تھا۔ ان کی دیگر تالیفات حسب ذیل ہیں :

۱۔ تحفہ قادریہ
۲۔ رسالہ شوقیہ
۳۔ مونس جان
۴۔ زعفران زار
۵۔ گلدستہ باغ ارم
۶۔ ہشت محفل یعنی ملفوظات مرتبہ سید محمد باقر
۷۔ روضۃ الاوراد
۸۔ اصولِ صوفیہ
۹۔ رسالہ نوریہ

اکثر معاصر اور متاخر مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے تحفۃ القادریہ کا ذکر کیا ہے۔ "مقامات داؤدی" میں مونس جان کا بھی ذکر موجود ہے۔ رسالہ شوقیہ کے متعلق کہیں ذکر موجود نہیں۔ ہشت محفل کا حال ابھی ابھی منکشف ہوا ہے۔ اب ہم تفصیل سے ان تالیفات کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

تحفۃ القادریہ

یہ شاہ ابوالمعالیؒ کی تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سوانح زندگی مرتب کیے ہیں۔ اس کتاب کے قلمی نسخے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا نسخہ ۱۱۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے میں پندرہ سطریں اور ہر سطر میں پندرہ الفاظ ہیں۔ یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔ البتہ اس کا اردو ترجمہ ملک چنن دین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا ہے جو بڑی تقطیع کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب اکیس ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں سے سات ابواب میں حضرت شیخ صاحب کی زندگی کے واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کا نسب نامہ بیان کیا ہے اور ولادت، تعلیم، سیاحت ریاضت، عبادت، حلیہ، لباس، اولاد و احفاد اور وفات کے متعلق تفاصیل مہیا کی ہیں چند ابواب میں ان کے اخلاق و صفات، مجد و کرم اور دیگر مشائخ و اولیا پر ان کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ باقی ابواب میں ان کے روحانی کمالات، کشف و کرامات اور جنوں، انسانوں اور حیوانوں پر ان کے تصرف کے متعلق واقعات بیان کیے ہیں۔

مصنف نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں بہجۃ الاسرار، خلاصۃ المفاخر اور تفلح الاخلاص سے استفادہ کیا ہے اور اپنے پیر و مرشد کے بیٹوں، پوتوں اور بعض معاصر کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔

کیست کز قادر بود بر ہر چہ ہست   جز شہ کونین سلطان محی الدینؒ

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین کہا ہے مصنف اپنے شیخ کو بھی اسی لقب سے منسوب کرتے ہیں :

شاہ گیلانی تراحق در وجود

رحمۃ للعٰلمین آوردہ است

قرآنی تعلیم یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے اس کا اجر وہ پائے گا اور جس نے ذرہ بھر بدی کی ہے۔ اس کی سزا وہ پائے گا۔ دربارِ خداوندی میں انبیاء و اصفیاء تک اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہوں گے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ محض کسی بزرگ شخصیت سے نسبت کی وجہ سے وہ پرسشِ اعمال سے نہیں بچ سکے گا۔ اس کتاب میں مصنف نے حضرت شیخ سے بعض ایسے اقوال منسوب کیے ہیں، جو بظاہر اس تعلیم کے منافی معلوم ہوتے ہیں مثلاً مصنف لکھتے ہیں:

"ہر کہ شد آن تو مقبولِ خداست۔ گرچہ ہر ناکردنی را کردہ است"۔ (تحفۃ القادریہ، برگ ۲۴)

بعض جگہ انہوں نے اپنے ممدوح کے اقوال نقل کیے ہیں مثلاً:

(۱) جو مسلمان میرے مدرسے کے پاس سے گذر جائے گا۔ قیامت کا عذاب اس سے تخفیف کیا جائے گا۔ (برگ ۲۵ ب، ۲۶)

(۲) میرے ہاتھ میں ایک کاغذ دیا گیا۔ جس کا طول اس حد تک تھا۔ جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی۔ اس پر میرے دوستوں اور مریدوں کے نام جو قیامت تک میرے ساتھ اپنی نسبت کو درست رکھیں گے۔ لکھے ہوئے تھے اور حکم ہوا کہ تمہاری طفیل میں نے سب کو بخش دیا"۔ (ترجمہ تحفۃ القادریہ صـ۳۷)

مصنف نے حضرت شیخ کا ایک قول یوں نقل کیا ہے۔

"اگر تو سختی میں عاجز ہو جائے تو مجھے پکارنا تاکہ وہ مصیبت تجھ سے دور ہو جائے۔ جو شخص سختی میں مجھے یاد کرے میں اس کی بلا کو دور کرتا ہوں اور جو کبھی حاجت کے لیے خدا کے حضور میں مجھے وسیلہ بنائے تو میں اس کی حاجت دور کرتا ہوں"۔

مصنف نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے اخلاق و اوصاف کے متعلق لکھا ہے۔

"حضرت شیخ سریع الدمع وکریم الاخلاق، البعد الناس واقرب الحق بود و غضب بر کسی نمی کرد بجہت نفس خود"۔ (تحفۃ القادریہ، برگ ۱۸) یعنی وہ کریم الاخلاق تھے اور اپنے نفس کی خاطر کسی پر خفا نہیں ہوتے تھے۔ لیکن دوسری جگہ ایسے واقعات بیان کیے ہیں اور ایسے اقوال درج کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخت غضب ناک ہوتے تھے اور بے شعور حیوانات بھی ان کے شعلۂ غضب سے نہیں بچ سکتے تھے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں :

"ایک چڑیا نے اڑتے اڑتے آنجناب پر بیٹ ڈالی دی۔ حضرت نے جب غضب کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا تو وہ فوراً زمین پہ گر پڑی اور مر گئی"۔ (برگ ۱۹)

"ایک مرتبہ آنحضرت بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ چھت سے مٹی گری۔ اس کو جھاڑ دیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ چوتھی دفعہ چھت کی طرف دیکھا تو ایک چوہا کھیلتا ہوا نظر آیا۔ فرمایا : طار راسك یعنی تیرا سر تن سے جدا ہو جائے۔ فوراً اس کا سر تن سے جدا ہو گیا"۔ (برگ ۱۹)

"آنحضرت کے غضب سے بغداد کے اطراف میں آگ بھڑک اٹھی۔ اگر ایک محلہ سے بجھتی تو دوسرے سے جا بھڑکتی"۔ (ترجمہ تحفۃ القادریہ ص۲۷)

ان کی طرف مندرجہ ذیل اقوال بھی منسوب ہیں۔ جن سے ان کی شعلہ سامانی ظاہر ہے۔ مثلاً

"میں خدا تعالیٰ کی بھڑکتی آگ ہوں، میں احوال کو سلب کرنے والا ہوں"۔ (ص۵۰)

"میں سیاف اور قتال ہوں، تم میرے نزدیک بمنزلہ شیشولا کے ہو" (ص۵۲)

مصنف کے نزدیک ان کے پیر کا رتبہ تمام اولیاء سے افضل ہے۔ مصنف نے ان کی بلند پایہ صفات خود بھی بیان کی ہیں اور اپنے مرشد کی زبان سے بھی ایسے اقوال نقل کیے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ وہ خود اپنی عظمت ظاہر کر رہے ہیں۔ مثلاً

"کوئی پیغمبر یا ولی ایسا نہیں جو میری مجلس میں حاضر نہ ہوتا ہو"۔ (ص۵۱)

"تمام اولیاء اللہ کی گردن پر میرا قدم ہے۔" (ص ۵۳)

کتاب میں جابجا حضرت شیخؒ کی کرامات کا ذکر ہے۔ کرامات چیزیں ہی ایسی ہیں کہ جن کو عام عقل اور عام انسانی قوت انجام نہ دے سکے۔ اور بعض عملی طور پر بالکل ہی ناممکن الوقوع باتیں ہوتی ہیں لیکن غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کرامات کا ظہور اس کثرت سے ہوا ہے اور انتہائی ثقہ بزرگانِ دین نے اس تواتر سے ان کا ذکر کیا ہے کہ ان سے مجالِ انکار نہیں ہے۔

رسالۂ شوقیہ

شاہ ابوالمعالیؒ اس رسالے کی وجہ تالیف یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عرس خواجگان چشتؒ کے موقع پر طالبان حق کی محفل آراستہ تھی اور حاضرین ذوق وشوق اور آہ و نالہ میں اس قدر منہمک تھے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ ایک بے دانش نے اعتراض کیا کہ حالت قرب و وصال میں گریہ زاری کیسی؟ فریاد و فغاں تو بُعد وجدائی کے موقع پر ہوتی ہے۔ اس نافہم کو سمجھانے کے لیے ہمیں یہ چند سطور لکھنی پڑیں۔

اس تمہید کے بعد مصنف نے بتایا ہے کہ گریہ پانچ قسموں پر مشتمل ہے۔ ہوسکتا ہے یعنی پانچ قسم کے اشخاص پر گریہ وارد ہوسکتا ہے۔ اوّل وہ شخص جو دردمند و صالح ہے۔ سماع کے موقع پر جزا و سزا اور عذاب و عتاب کا تصور کر کے روتا ہے۔ اسے مجاز و حقیقت کی کچھ خبر نہیں خدا نے رقیق القلب بنایا ہے۔ دوسرا ابتدی صوفی ہے جو فراقِ محبوب میں آہ و نالہ کرتا ہے۔ وہ سوز و اضطراب کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ وہ دستِ مرتعش کی طرح بے اختیار ہوتا ہے۔ یہ صوفی اسرارِ الٰہی سے بےخبر ہے۔ تیسرا شخص صوفی سالک ہے جو چشمِ باطن سے جمالِ محبوب دیکھ کر وجد و کیف میں آ کر آہ و نالہ کرتا

ہے۔ چوتھا شخص ایسا صوفی سالک ہے جس کے دل پر جمال و جلال کی تجلیات نازل ہوتی ہیں۔ وہ اس ڈر سے کہ کہیں محو و نابود نہ ہو جائے گریہ و نالہ کرتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہوش میں رہے اور جمالِ محبوب کا مشاہدہ کر کے لذت اندوز ہو۔ پانچواں صوفی سالک اہلِ حقیقت ہے۔ اس پر ایسی محویت و استغراق کی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہ محوِ ذاتِ مطلق ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں دل و جان کی اسے کچھ خبر نہیں ہوتی اور وہ لذتِ گریہ کو بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن عاشق کو ہمیشہ یہ حالت میسر نہیں رہتی۔ محبوب ہر دم نئی شان میں آتا ہے۔ عاشق کو اپنے محبوب کے ساتھ مستقل اتحاد و یگانگی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ کمال حضوری کی حسرت میں بے اختیار روتا ہے اور آہ و نالہ کرتا ہے۔ آدم کی آدمیت وصالِ خداوندی کی راہ میں حائل ہے۔ بندہ اسے خدا خدا۔ رسولِ خدا کو قاب قوسین او ادنیٰ کا قرب حاصل ہوا۔ پھر بھی حقیقتِ محمدیت حقیقتِ احدیت سے ہم کنار نہ ہو سکی۔ وہ عبدہٗ و رسولہ رہے اور ذاتِ خداوندی کے ساتھ مدغم نہ ہو سکے۔ مندرجہ بالا پانچ قسم کے اشخاص بیان کرنے کے بعد مصنف تبصرہ فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ درد فراق کی جو لذت ہے وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ "ہر چند فراق بسیار، عشق بسیار، ہر چند عشق بسیار، عاشق بے قرار۔ ہر چند عاشق بقرار، معشوق در کنار و ہر چند معشوق در کنار، عاشق دل فگار۔ ہر چند عاشق دل فگار، عشق آبدار"۔

آخر میں معترض کے جواب میں مصنف فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ درد فراق ہی میں گریہ ہو، وصال میں بھی گریہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آدمؑ فراقِ حوّا میں روتے رہے اور جب توبہ قبول ہوئی تو بعد از وصال بھی روتے رہے۔ جو شخص اس کا قائل نہیں وہ کم عقل اور بے خبر ہے اور اس نے بحرِ عشق میں کبھی غوطہ نہیں لگایا۔

مصنف نے اپنے بیان کی تقویت اور زورِ استدلال کے لیے حافظؒ، رومیؒ اور دیگر صوفیہ کے اشعار نقل کیے ہیں اور موقع و محل کے مطابق استعمال کی وجہ سے بیان میں لذت آ گئی ہے۔ فارسی اشعار کے ساتھ ہندی دوہے بھی لکھے ہیں۔ جن سے ہندو فلسفے میں بھی روحانیت و عشق کے میلانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایک جگہ حسان بن ثابتؓ کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

رسالے کا طرزِ بیان جوش اور اخلاص سے بھرپور ہے۔ رنگ واعظانہ ہے اور تخاطب کا اسلوب لیے ہوئے ہے۔ ابوالمعالیؒ لذتِ عشق سے آشنا ہونے کے باوجود اپنے عجز وانکسار کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ گریہ کی اصل کیفیت تفصیل سے بیان نہیں کر سکے۔ رسالے کی عبارت رواں ہے اور کیف و آگاہی کا سامان لیے ہوئے ہے۔

شوقیہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ شیرانی میں اور ایک انڈیا آفس لائبریری میں شمارہ ۱۹۲۴ پر موجود ہے۔

گلدستہ باغِ ارم

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو لطائف وظرائف اور نکات وحکم پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے چند لفظوں کی توحید میں بتایا ہے کہ رُوحانی قبض کی حالت میں لطائف اکثر بسط انگیز ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے دوستوں کے التماس پر ان کو ایک جا کر دیا گیا ہے۔ یہ گلدستہ چار طرازوں پر مشتمل ہے:

طرازِ اوّل : در بیان اخبار خواجہ کائنات

طرازِ دوم : در لطائف اولیاء

طرازِ سوم : در اقوال حکماء بزبان بیربانان

طرازِ چہارم : در نصائح

طرازِ اوّل میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی یہ ہے جس نے گلاب کا پھول سونگھ کر مجھ پر درود نہ بھیجا۔ اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس حدیث کی تائید کے لیے مزید ایک قول رسولؐ نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ گلاب کا پھول آنحضرتؐ کے پسینے سے پیدا ہوا ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ ہندوستان کی زمین خربوزے کی طرح آپ کے قدموں کے نیچے سے گزاری گئی ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بزرگ اولیاء پیدا ہوئے ہیں اور اودھ میں حضرت شیثؑ اور حضرت ایوبؑ کی قبریں ہیں۔ یہ احادیث شک وگمان سے پاک نہیں۔ پہلی میں ظلم کا لفظ اور دوسری میں فوق الفطرت

واقعے کا ذکر ان کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح ان کی تیسری روایت میں وہ سات فارسی الفاظ نقل کیے گئے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف موقعوں پر اپنی زندگی میں استعمال کیے تھے اور لکھا ہے کہ یہ ملفوظات جلالی سے منقول ہیں۔ یہ روایت ہماری نظر سے گذری ہے اور سراج الہدایہ یعنی مجموعہ ملفوظات مخدوم جلال الدین جہانیاںؒ جہانگشت، مرتبہ احمد برنی مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ورق ۷۰ الف اور ۱۷ پر موجود ہے۔

طراز دوم میں وہ لطائف مندرج ہیں جو مولانا عبدالرحمٰن جامی اور دوسرے اشخاص سے منسوب ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر "لطائف الطوائف" مؤلفہ علی بن حسین واعظ کاشفی سے منقول ہیں، لیکن مؤلف نے اپنے ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ طراز سوم میں باز، کچھوے اور لومڑی کی پانچ چھوٹی چھوٹی حکایات بیان کر کے حکمت کی باتیں درج کی ہیں، طراز چہارم میں آٹھ نو اشعار لکھے ہیں جن سے پند و موعظت مقصود ہے۔ ان میں سے دو رباعیاں یہ ہیں۔

بیش طلبی ز ہیچ کس بیش مباش   چوں مرہم موم باش و چوں نیش مباش
خواہی کہ ز ہیچ کس بتو بد نرسد   بدگوی و بدآموز و بداندیش مباش

جہد کن تا شاخ و بیخ دشمنی   از درونِ باغِ جانت برکنی
لیک باشی محو دلبر ہمچنان   یار ناید دوستی و دشمنی

یہ گلدستہ ۹۹۰ھ میں تمام ہوا۔ مولف نے خود لکھا ہے۔

المنۃ للہ کہ شد از لطف لطیف   در نہصد و تسعین بہ شب عید تمام

زعفران زار

شاہ ابوالمعالیؒ نے دیباچے میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میری خواہش

تھی کہ میں رسولِ خداؐ کے لطائف و ظرائف جمع کر کے ایک رسالہ تالیف کروں جو پراگندہ خاطر اشخاص کے لیے دل جمعی کا باعث ہو۔ اس کی تائید میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔ مَنْ سرّ مومناً سرّ اللّٰہ۔ یعنی جس نے مومن کو خوش کیا اس نے خدا کو خوش کیا۔ وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے؛ کیونکہ یہ کتاب غم دور کرنے اور فرحت بخشنے میں زعفران کی خاصیت رکھتی ہے، اس لیے "زعفران زار کے ختم نامش" کتاب کو اپنے پیرزادہ کے نام سے منسوب کیا ہے۔

اس کتاب کے چار چمن ہیں:

۱۔ چمن اوّل : نبی اکرمؐ کے اپنے مطائبات

۲۔ چمن دوم : صحابہ کرامؓ کے وہ لطائف جو رسولِ خداؐ کے روبرو ہوئے۔

۳۔ چمن سوم : وہ لطائف جو اصحاب و احباب کے درمیان واقع ہوئے۔

۴۔ چمن چہارم : برمحل اشعار

ہر لطیفہ، واقعہ یا حکایت کو "رائحہ" کہا ہے۔ چمن اوّل میں ۲۰، چمن دوم میں ۱۰، چمن سوم میں ۵ اور چمن چہارم میں ۸ روائح ہیں۔ ان ۴۳ روائح میں سے دس پندرہ ایسے نکلیں گے جو مؤلف کے اپنے بیان کے مطابق نشاط بخش اور روح پرور ہوں گے۔ رسولِ خداؐ کے لطائف میں مزاح و لطافت موجود ہے۔ ان کے تین چار لطائف تو مشہور و معروف ہیں، مثلاً

۱۔ کیا تیرا وہ شوہر نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔

۲۔ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔

۳۔ تجھے اونٹنی کا بچہ کیوں نہ دوں۔

صحابہؓ کے لطائف میں دو تین خوب ہیں:

۱۔ "یا علی انت فینا کالنون فی لنا"

۲۔ صہیبؓ کی آنکھ میں درد تھا، وہ کھجوریں کھا رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا "آشوبِ چشم کے لیے کھجوریں کھانا مضر ہے۔ صہیبؓ نے عرض کیا، میری ایک آنکھ میں درد ہے، میں دوسری آنکھ

کے لیے کھجوریں کھا رہا ہوں"۔

چمن چہارم میں تین چار فارسی اشعار ہیں اور تین جگہ عربی اشعار ہیں۔ دو جگہ حضرت عائشہ رضؓ کی زبانی رسولِ خدا کی تعریف میں اشعار ہیں اور ایک جگہ سوسمار قصیدے کے چند اشعار ہیں مصنف نے دو جگہ عربی اشعار کا آزاد ترجمہ کیا ہے۔ جو نہایت موزوں ہے۔ ایک مثال یہ ہے۔

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خدہ — لما بذلوا فی الیوم یوسف من نقدی

نمی کردند ھرگز میل یوسف — اگر در مصر وصف او شنیدند

الوفی زلیخا دراین حبیبنی — لاثرون بالقطع القلوب علی ایدی

جبینم اگر زنان مصر دیدند — بجای دست دلہا می بریدند

بعض روائح میں صرف واقعات یا روایات کا ذکر ہے۔ ان میں لطیفہ، بذلہ یا مزاح و ظرافت کی بات نہیں۔ مثلاً چمن دوم میں رائحہ ۹ میں ذکر ہے کہ زخم کی وجہ سے قتادہ رضؓ بن نعمان کی آنکھ حلقے سے باہر نکل آئی۔ رسولِ خدا نے آنکھ حلقے میں رکھ دی اور لعاب دھن لگایا اور وہ صحیح و سالم ہوگئی۔

چمن اوّل رائحہ ۵ میں ذکر ہے کہ بیہودی نعمان شراب خوری کی حالت میں آتا تو آنحضرتؐ ہنسی ہنسی میں اسے نعلین سے پیٹتے۔

دس بارہ لطیفوں کا محور حضرت عائشہ رضؓ کی شخصیت ہے۔ بعض لطائف ان کی اپنی زبانی ہیں بعض ان کی زندگی اور سیرت سے متعلق دوسروں کی زبانی ہیں۔ ایک لطیفہ تو معروف گڑیوں کا قصہ ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت عائشہ کی گڑیوں میں دو پروں والے گھوڑے دیکھے۔ رسولِ خدا نے پوچھا کہ آیا گھوڑوں کے پر بھی ہوتے ہیں تو عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ہاں! حضرت سلیمان عؑ کے گھوڑوں کے پر ہوتے تھے۔ یہ قصہ اسی روایت پر مبنی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی شادی نو برس کی عمر میں ہوئی اور وہ نبی اکرمؐ کے گھر میں بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ یہ بات اب پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ شادی کے وقت حضرت عائشہ رضؓ کی عمر سترہ اور انیس کے درمیان تھی اور وہ بالغہ عاقلہ تھیں،

دوسرے روایح میں لطیفہ کی تو کوئی بات نظر نہیں آتی۔ البتہ عائشہ صدیقہؓ کی سیرت مسخ کرنے کے لیے چند واقعات بیان کیے گئے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رسولِ خداؐ کے منہ کو آتی تھیں ان کے سامنے اونچا بولتی تھیں۔ دوسری ازواجِ مطہرات سے رقابت کرتی تھیں اور اپنی گستاخی کی وجہ سے اپنے والد حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ سے طمانچے بھی کھاتی تھیں۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

چمن اول: رائحہ ۹ : عائشہ صدیقہؓ جناب پیغمبرؐ سے ناراض ہو جاتیں تو محمدؐ کے پروردگار کی قسم کے بجائے ابراہیمؑ کے پروردگار کی قسم کھاتیں۔

رائحہ ۱۰ : ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کے سامنے بلند آواز سے بات کر رہی تھیں کہ حضرت صدیقؓ نے مارنے کو ہاتھ اٹھایا۔

رائحہ ۱۱ : رسولِ خداؐ اور عائشہ صدیقہؓ کے درمیان کوئی بات ہوئی، صدیقہؓ نے کہا کوئی منصف ٹھہرا لیجیے۔ آنحضرت نے ابو عبیدہؓ کا نام لیا۔ صدیقہؓ نے کہا، وہ لعنتی مرد ہے۔ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کا نام لیا۔ صدیقہؓ نے کہا، وہ سخت طبیعت ہے۔ آخر ابوبکرؓ کو منصف بنانے پر رضامند ہو گئیں۔ جب ابوبکرؓ کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا تو صدیقہؓ نے آنحضرتؐ سے مخاطب ہو کر کہا، یا رسول اللہ! عدل بجالانا اور راستی کو مت چھوڑنا۔ ابوبکرؓ نے صدیقہؓ کو ایسا طمانچہ مارا کہ ان کی ناک سے خون نکل آیا۔

رائحہ ۱۳ : آنحضرتؐ نے صدیقہؓ کو ایک عورت دیکھنے کے لیے بھیجا، جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے۔

چمن دوم: رائحہ ۴، ۵، ۷ : میں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ جذبۂ رقابت کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک میں لکھا ہے کہ عائشہؓ نے کہا: آپ کب تک بڑھیا کھوسٹ کو یاد کرتے رہیں گے۔ خدا نے آپ کو نعم البدل دیا ہے، آپ شکر کیوں نہیں بجالاتے۔

رائحہ ۱۰ : حضرت عمرؓ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ (رسولِ خداؐ کی زوجہ محترمہؓ) کو سمجھاتے ہیں: "تو پیغمبر کی بات کو لوٹاتی ہے۔ ان کو ناراض کرتی ہے، جیسے عائشہؓ آنحضرتؐ کی محبت کا غرور

کرتی ہے تو نہ کیا کر"۔

ایک دو اور بھی مثالیں ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کے حرم مقدس میں اسی قسم کی رقابتیں تھیں اور آپس میں نوک جھونک ہوا کرتی تھی۔

میرا خیال ہے۔ اس قسم کی روایات اس کتاب کا جزو نہیں۔ بلکہ جعلی اور وصفی ہیں اور کسی دشمن نے داخل کی ہوئی ہیں اور خاص طور پر ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ کی سیرت کو داغدار پیش کرنے کے لیے داخل کی ہیں۔

مونس جان

یہ رسالہ مونس جان کہلانے کا مستحق ہے۔ اس کی حکایات راحتِ دل کا باعث ہو سکتی ہیں۔ مؤلف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ اس میں لطائف و ظرائف بھی ہیں، جو خوش طبع جوانوں اور لطیف نازنینوں کے لیے نشاط انگیز ہوں گے۔ لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں گلدستۂ باغ ارم' اور زعفران زار کی طرح لطائف و ظرائف نہیں۔ البتہ اس کی بعض حکایات حکمت آموز اور بصیرت افروز ضرور ہیں۔ یہ کتاب چار مقالات پر مشتمل ہے۔

مقالہ اول در حقائق، مقالہ دوم در احادیث و کلمات مشائخ، مقالہ سوم در محبت، مقالہ چہارم در ذکرِ شعراء

مقالہ اول[۱] میں ۴۹ حکایات ہیں۔ ان میں کچھ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال ہیں اور کچھ اولیاء اللہ کے ارشادات ہیں۔ حکایات کے بعض حقائق و نکات کا اندازہ لگانے کے لیے ہم چند ایک یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ بادشاہ نے درویش سے کہا: "بارگاہ خداوندی میں مجھے یاد کرنا"۔ درویش نے کہا: "وہاں تو میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں۔ کسی کو کیا یاد کروں"۔

۲۔ درویش نے کہا: "اگر مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں۔ نہیں ملتا تو صبر"۔

پیر بسطامیؒ نے فرمایا، درویش کو چاہیے کہ مل جائے تو صبر کرے اور نہ ملے تو شکر کرے یعنی مل جائے تو خدا کی راہ میں دے دے اور شور برپا کرنے والے نفس کو صبر دے اور اگر نہ ملے تو شکر کرے تاکہ نہ کتا دیکھے اور نہ بھونکے۔

۳۔ حاتم طائی نے سخاوت کرنے کے لیے چار دروازے کھول رکھے تھے۔ ایک شخص ہر دروازے پر گیا۔ پھر بھی اس نے خالی ہاتھ نہ بھیجا اور نہ ہی خود رنجیدہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: یہ سخاوت سہل ہے۔ سخاوت یہ ہے کہ ایک ہی دروازے پہ اتنا دے کہ دوسرے دروازے پر جانے کی حاجت نہ ہو۔

۴۔ ایک جوان نے کہا: "میں شادی نہیں کر سکتا۔ کیسے تو اپنے آپ کو خصی کر لوں"؟ رسولِ خدا نے فرمایا: "بہادری یہ ہے کہ اپنے آپ کو مجرد بھی رکھو اور یادِ الٰہی سے بھی غافل نہ رہو"۔

اکثر حکایات کے آخر یا بیان کے دوران میں مؤلف نے اپنے اشعار نقل کیے ہیں جن سے بیان کو تقویت ملتی ہے اور دلچسپی بڑھتی ہے۔ اکثر حکایات کے ماخذ تذکرۃ الاولیاء اور نفحات الانس ہیں۔ رابعہؒ، حسن بصریؒ، بایزید بسطامیؒ، منصور حلاجؒ، جنیدؒ و شبلیؒ، نجم الدین رازی اور سنائی وغیرہ کے متعلق حکایات انھی کتابوں سے لی گئی ہیں۔

مقالہ دوم[2] میں نبی اکرمؐ کی پانچ احادیث، حضرت علیؓ کے سات ارشادات اور دوسرے اولیاء اللہ کے اقوال و اشعار مندرج ہیں اور یہ سب تکوینِ سیرت کے لیے مفید ہیں۔

مقالہ سوم[3] میں عشقِ مجازی کے متعلق اکتیس حکایات ہیں۔ ان میں سے پانچ چھ مؤلف کی اپنی زندگی سے متعلق ہیں۔

مقالہ چہارم[4] میں ۲۳ مرد اور ۷ خواتین شعراء کا ذکر ہے۔ مشہور عالم شعراء کے علاوہ مُلّا نیازی بخاری، میر ہاشمی، میر ھلالی، بیہقی، آصفی، بنائی، بساطی، سیمی، کاہی اور کاتبی جیسے کم مشہور شعراء کا بھی ذکر ہے۔ ہر شاعر سے متعلق چند تعارفی اور تعریفی جملوں کے بعد چند اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ متذکرہ صدر شعراء میں سے بساطی، سیمی اور ہاشمی کے علاوہ باقی سب کی بہت تعریف کی ہے۔

اس مختصر تذکرے میں مؤلف چند غلط باتیں بھی لکھ گئے ہیں :

۱۔ رودکی پہلا شخص ہے جس نے فارسی زبان میں شعر کہا ۔

۲۔ فردوسی نے "شاہنامہ" محمود غزنوی کے حکم سے لکھا۔

۳۔ نظامی کا دیوان مرصّع و مسجّع ہے ۔

۴۔ خواجہ خسروؒ بلخ کے رہنے والے تھے ۔ جوانی کے وقت سعدیؒ کے ہم نشین رہے ۔

۵۔ خسرو خاں نے جامیؔ کے بعد ملاّ بنائی کو ملک الشعراء بنایا

خواتین میں بی بی ھدیہ، نہانی رنڈہی، سلیمی بیگم، سلطان مخفی اور بنفشہ نئی شاعرات ہیں جن کا تعارف کرایا گیا ہے۔ تذکرہ شعرائے خواتین یعنی جواھر العجائب مؤلفہ حبیب فخری میں بھی ان کا ذکر نہیں ۔

کتاب کے آخر میں رسم الخط کے بارے میں لکھا ہے کہ ابنِ مقلہ نے خطِ کوفی کو متغیر کر کے نسخ وضع کیا۔ اس لیے اس کا دایاں ھاتھ کاٹ دیا گیا ۔ یہ قصّہ بیان کر کے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ نے حضرت معاویہ سے خط کی تعلیم حاصل کی ۔ ایک مرتبہ دونوں نے خط لکھ کر حضرت معاویہؓ کے سامنے پیش کیا اور دریافت کیا کہ کس کا خط اچھا ہے ۔ معاویہؓ نے کہا ، دونوں کا اچھا ہے ۔ حضرت حسینؓ نے قطعی رائے لینے کے لیے دونوں خط حضرت علیؓ ، پھر حضرت رسول اکرمؐ کے سامنے پیش کیے اور دریافت ۔ دونوں اچھے ہیں ۔ اتنے میں حضرت جبرائیلؑ آئے اور انھوں نے مبارک باد دے کر یاقوت اور زمرد پیش کیے اور کہا کہ آپ کے فرزندوں نے خوشنویسی میں اعلیٰ طرز حاصل کی ہے ۔ حضرت رسالت پناہؐ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ یاقوت اور زمرد میرے کام کے نہیں ۔ اے پروردگار! ان کے صدقے میں میری امت کے گنہگاروں کو بخش دے ۔ یہ قصّہ صریحاً جعلی ہے ۔

بعض بیانات احتیاط سے قبول کرنے کے لائق ہیں ، وہ قابلِ اعتبار نہیں مثلاً

۱۔ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے کہا کہ میں نے روزہ کھا لیا ہے ۔ کیا کروں ۔ حضورؐ نے فرمایا کفارہ میں ساٹھ روزے رکھو ۔ یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ ایک روزے کا کفارہ ساٹھ روزے نہیں

ہوتے۔ (حکایت ۶)

۲۔ آنحضرت اشعار سُن کر وجد میں آ گئے، رقص کرنے اور چپکر کھانے لگے۔ تمام یاروں نے متابعت کی، معاویہؓ نے نہ کی اور کہا۔ آپ کا یہ کھیل کیسا عجیب تھا۔ (حکایت ۷) یہ حکایت یقیناً جعلی ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ اعلیٰ کھانوں کی دعوت دی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر مجھے ایسے کھانوں کی عادت پڑ گئی تو پھر اِن کی شفاعت کون کرے گا۔ جو اس قسم کے کھانوں کے عادی ہیں۔ (حکایت ۹)

۴۔ بایزید بسطامیؒ چودہ سال تک امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں رہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ بایزیدؒ نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی، جعفر صادقؓ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں پیدا ہوئے۔ جس کا زمانہ (۱۳۶ھ سے ۱۵۷ھ) تک ہے (حکایت ۱۹)

۵۔ شیخ سعدیؒ، شیخ عطارؒ کی ملاقات کو گئے۔ انہوں نے ملاقات سے انکار کر دیا کیونکہ سعدیؒ نے ایک دنیا دار کا قصیدہ لکھا تھا۔ وہ چھ مہینے وہیں رہے۔ آخر میں صرف عطارؔ کی آستیں پر بوسہ دے سکے۔ بعد میں انہوں نے وہ حصہ پھاڑ دیا۔ اس کہانی کا بھی کوئی مستند ماخذ نہیں

رَوضۃُ الاَوراد

شاہ ابوالمعالیؒ نے سلسلہ قادریہ کے درویشوں کے لیے یہ رسالہ مرتب کیا تھا۔ اس میں شب بیداری اور ذکر وشغل کے لیے اوراد وظائف بتائے گئے ہیں، سلسلہ قادریہ کے متعلق لکھا ہے:

این سلسلہ چوں ہست بہر باب بلند   دبستہ درو بشوق ارباب پسند
ہر کسی کہ دریں سلسلہ دستی زدہ است   انداختہ بر کنگرۂ عرش کمند

رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے:

فصلِ اوّل میں یادِ الٰہی میں دعا و استغفار کے لیے ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے:

چند بغم ای غم زدہ شب خیزی کن دِل شب خیز ز اسرار خدا مسرور است
گر ز بیداری شب نیست معالی سرخوش روزہا از چہ سبب مست وش و مخمور است

فصل دوم میں کلماتِ دعائیہ بتائے ہیں اور وضو کر کے دو رکعت نماز کے پڑھنے کی تلقین کی ہے، دو رکعت صلوٰۃ تہجد کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ پیر و مرشد شیخ داؤد مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے تھے جو "شفا بخشی دل" کے لیے خاص اہمیت رکھتے تھے:

جل قدر اللہ حیی لا یزالی جل وقو اللہ حیی ذی الجلالی
جل کبر اللہ حیی لا ابالی جل امر اللہ حیی ذی الکمالی

قطبِ ربانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق بتایا ہے کہ وہ ان اسمائے ربانی کا ورد کیا کرتے تھے

المحیط ۔ العالم ۔ الحبیب ۔ الغفار ۔ الخالق ۔ البارئ ۔ المصور

فصل کے آخر میں غوثِ اعظمؒ کی مدح میں اپنی ایک غزل درج کی ہے اور اسے پڑھنے کی ترغیب دی ہے، غزل کا مقطع یہ ہے:

معلٰی از دل و جاں گشت گدای در تو ارحم، ارحم لما لینک یا گیلانیؒ

فصل سوم میں فجر سے لے کر نمازِ عشاء اور سونے کے وقت تک ان ادعیہ اوراد کا ذکر کیا ہے جو قادریہ کے ہاں مروج ہیں۔ ان میں خصوصیت سے یہ تلقین کی ہے کہ شام و خفتن کے درمیان صلوٰۃ اوابین پڑھے، دو سلام کے ساتھ بیس رکعت پڑھے، دائیں پہلو پر سوئے اور وہ دعا پڑھے جو سنت ہے۔

اللهم اسلمت نفسی الیك وجهت وجهی الیك والجات ظهری الیك رغبة ورهبة الیك لا ملجا منك الا الیك امنت بكتابك الذی انزلت و نبیك الذی ارسلت۔

فصل چہارم میں بتایا ہے کہ سب سے اہم کام "نفی خواطر" ہے، دل میں غلط اندیشوں کو نہ آنے دے، اس تشویش سے نجات پانے کے لیے اپنے پیر کی خیالی صورت سے التجا کرے۔

یہ رسالہ "تحفۃ القادریہ" کے ساتھ سیالکوٹ سے ۱۳۱۰ھ میں شائع ہو چکا ہے اور ۱۹۷ سے ۲۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

اصولِ صوفیہؒ

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو مطبوعہ رسائل میں ۱۸۳ سے ۱۹۶ تک کے صفحات پر محیط ہے۔ تمہید میں شاہ ابوالمعالیؒ نے وجہِ تالیف بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

"عرض میدارد تراب اقدام دوستاں لایزالی الفقیر ابوالمعالیؒ کہ ایں صحیفہ است منتخب از سخنانِ اہلِ ذوق و عرفان ..... پارہ پارہ فراہم آوردہ و برشتۂ ترتیب بہم دوختہ۔"

مؤلف نے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت فقر و سلوک کے اصول پیش کیے ہیں۔ موضوع کا عنوان کلمہ "وصل" کے تحت درج کیا ہے۔ یہ کلمہ "وصل" واضح اشارہ معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے رسالہ کے نام کی رعایت سے یہ کلمہ "اصل" ہو اور اصل کی بجائے وصل غلط چھپ گیا ہو۔ عنوانات یہ ہیں:

در بیان قرب نوافل و قربِ فرائض۔ حقیقتِ وجود۔ رؤیا و مکاشفہ۔ توبہ۔ ورع، زھد، تقویٰ، صبر، توکّل، صدق، اخلاص، محبت، توحید، فقر، تجرید و تفرید۔

مندرجہ ذیل کتابوں سے انتخاب کیا گیا ہے:

قرآن۔ لوائح۔ اشعۃ اللمعات۔ خلاصۂ اشعۃ اللمعات۔ تفسیر البیضاوی۔ تفسیر القشیری۔ رفیق الفقراء۔ عوارف۔ رسالۃ القشیریہ۔ شرح فصوص الحکم۔ اصلاح صوفیہ۔ مقدمہ سلوک۔ شرح دیوانِ امر۔ التعرف۔ خلاصۂ ارشاد۔ مونس الفقراء۔

کتب و رسائل کے علاوہ جن بزرگ اولیاء کے اقوال پیش کیے گئے ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

غوث الاعظمؒ۔ شبلیؒ۔ جنیدؒ۔ شیخ نظام الدینؒ۔ سہلؒ۔ پیر میرانؒ۔ شیخ عطارؒ۔ محمد شیریں مغربیؒ۔

اسی رسالے میں فقر و تصوف کی اصطلاحات کو بڑے صریح اور واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے، مثلاً یہ دو تین مثالیں دیکھیے:

۱۔ تصوف تصفیۂ قلب است از کدوراتِ قالب۔

۲۔ دنیا عبارتست از آنچہ بندہ را از خدا باز دارد۔

۳۔ مراقبہ محافظت جوارح است از مخالف حق جل۔

۴۔ جذبہ عبارتست از تقرب عبد بسوی حق جل۔

۵۔ حجاب عبارت از انطباع صور کونیہ است وصل کہ مانع قبول حق جل بود۔

مؤلف نے رسالے کے شروع اور متن کے درمیان چند رباعیاں اور اشعار درج کیے ہیں جو موضوع سے بھی مناسبت رکھتے ہیں اور دلپذیر بھی ہیں۔

دعائیہ رباعیاں بھی خوب ہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ کیجیے:

یارب ز دو کون بی نیازم گردان   وز افسر فقر سرفرازم گردان
در راہِ طلب محرم رازم گردان   زاں راہ کہ نہ سوی تست بازم گردان

رسالۂ نوریہ

یہ رسالہ مطبوعہ رسائل میں ۱۷۱ سے ۱۸۳ صفحات تک محیط ہے۔ اگرچہ متن میں مصنف کا نام مذکور نہیں ہے۔ لیکن صفحہ ۱۷۸ پر ترجمہ "فتوح الغیب" کے تحت جو اشعار درج ہیں۔ وہی اشعار "ہشت محفل" میں درج ہیں اور شاہ ابوالمعالی رح کی زبانی مذکور ہے کہ انھوں نے ان اشعار میں غوث الاعظم رح کے اقوال کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ بظاہر یہ رسالہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے اقوال پر منحصر ہے۔ اقوال عربی میں ہیں۔ شاہ ابوالمعالی رح نے ان کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور تشریحی اضافات بھی کیے ہیں۔ جابجا اشعار داخل کر کے موضوع کو دلچسپ بنایا ہے۔ قول کلمہ "لائحہ" کے تحت درج کیا ہے۔ کل گیارہ لائحے ہیں۔ بعض لائحے "یا غلام" کے ندائیہ کلمات سے شروع

ہوتے ہیں. بعض جگہ "اجھد" کہہ کر کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

رسالہ کا موضوع فقر و درویشی ہے۔ طریقت کی تکمیل کے لیے اہم اور بنیادی باتوں کی تلقین کی گئی ہے۔ نظم میں یہ باتیں اور بھی دلنشیں ہو گئی ہیں۔ مثلاً یہ اشعار دیکھیے :

اصل کارِ صوفیاں کم خواری است — ذکر و فکر و خلوت و بیداری است
عاقلاں در کارِ خویش و عاقلاں در کارِ دوست — عاشقاں زیں ہر دو فارغ محو در دیدارِ دوست
از دروں شو آشنا ! — و از بیروں بیگانہ شو !
در گذر از علم و عقل خویشتن — باش ساکت پیشِ ربِ ذوالمنن
خاک شو مردانِ حق را زیرِ پا — خاک کنی بر سر ہوا را ہمچو ما !
از بہاراں کی شود سر سبز سنگ — خاک شو تا گُل بروید رنگ رنگ

ترجمہ یازدہ ابیات قصیدہ الصبابہ

قصیدے کے مصنف شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ اس کا پہلا شعر یوں ہے :-

مانی الصبابۃ منھل ومنعذب — اِلا ولی فیھا الالذ الاطیب

شاہ ابوالمعالیؒ نے اس کا ترجمہ کر کے تشریح و توضیح کی ہے۔ اس کا ایک نسخہ خطی کتابخانہ "الریاض" مملوکہ حبی معین الدین میں شمارہ ۲۸۰ پر موجود ہے۔ دوسرے رسائل کے ساتھ یکجا مجلد ہے اور برگ ۶۲ سے ۶۸ تک محیط ہے۔ آغاز اس طرح ہے :

"بعد از حمد دلکشای و صلوٰۃ قربت افزای میگوید۔ ریزہ چین خوان حضرت قادریہ ابوالمعالی محمد...."

شاعر

شاہ ابوالمعالیؒ شاعر بھی تھے اور "غربتیؔ" تخلص کرتے تھے۔ بعض جگہ مسلمیؔ بھی تخلص کیا ہے انھوں نے غربتی نام رکھنے کی ایک وجہ یوں بیان کی ہے :

ازاں شد غربتی نامِ من سرگشتہ و حیران　　　　کہ ہر ساعت بسیر ملک عشقش غربتی دارم

ان کا دیوان پنجاب یونیورسٹی لائبریری مجموعہ آذر میں موجود ہے۔ ۱۱۱ اوراق ہیں۔ ۹۶ الف تک غزلیات، ۹۷ سے ۱۰۰ تک قطعات و رباعیات، ۱۰۱ سے ۱۰۵ تک معمّے، ۱۰۵ سے ۱۰۸ تک مطالع، شیخ محی الدین عبدالقادرؒ کی مدح میں دو قصائد اور آخر میں قصیدہ "مفرح اتراح" ہے، جس کے متعلق تحفۃ القادریہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب اور عشا کے درمیان عراق کی طرف منہ کر کے پڑھے یا اگر پڑھ نہ جانتا ہو تو لکھا ہوا ہاتھ میں لے کر کھڑا رہے تو رحمت الٰہی کے آثار نمایاں ہوں گے۔

غزلیات عموماً چھوٹی بحروں میں ہیں۔ سہل و سادہ، سوزِ عشق سے مالا مال، مجازی بھی اور حقیقی بھی۔ لیکن وہ اپنے اشعار کو فنی لحاظ سے کچھ وقعت نہیں دیتے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں :

دیوانِ غربتی ہمہ سوز است و عاشقی　　　　دیوانہ ایست در پی تزئین کمی شود!

مگو از شعر قصدِ غربتی اظہار فضل آمد　　　　تو از من این سخن را جانِ من نشنیدہ ای گاہی

غربتی بگذر ز تشبیہ و مجاز و قرضِ شعر　　　　ترک من خوشی میکند اشعار سہل و سادہ را

می کنم اشعار از اسرارِ حق　　　　بی ردیف و قافیہ اشعار ماست

مجو از غربتی شعر و معما　　　　کہ پیشِ لعل خوشگوی تو لال است

ابو المعالیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ عشق کے بغیر انسان کامل نہیں ہوتا۔ عشق نہ ہو تو کلام میں سوز و اخلاص کہاں۔ علامہ اقبالؒ نے سوزِ عاشقی کا دوسرا نام "خونِ جگر" رکھا ہے۔ انہی کا قول ہے۔ کہ :

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

غربتی لکھتے ہیں :

غربتی سان ھر کہ می سوزد ز عشق　　　　در کلامشی سوز و ساز دیگر است

تازگی دارد دگر این بار شعر غربتی　　　　زانکہ میلش با جوان تازہ ای نوخیز بود

انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ وہ انسان ہی نہیں جسے عشق نہیں ؎

گر مرا عشق آں پر پسیت چہ باک — ہر کہ را عشق نیست آدم نیست

ابوالمعالیؒ اکثر صوفیہ کی طرح عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی کا پُل سمجھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں:

می توانی در حقیقت عشق باخت — در مجاز این شیوہ گر ورزیدہ ای

اور شاید ان کے پیر کا فرمان بھی یہی ہو:

گر کند ارشاد پیرِ ما بعشق مرداں — بندۂ مخلص ہوا دارم بجاں باشم مرید

ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایک نوجوان سید محمد سے پیار تھا۔ ان کے متعلق لکھا ہے:

دلربا سید محمد کہ بصد زیبائی — متشکل شدہ سر تا بقدم نورِ خدا است

ان کے ایک اور محبوب کا نام عبدالرشید تھا:

چوں خدا در حسن و خوبی مثل او کم آفرید — از خدا خواہم کہ باشم بندہ عبدالرشید

ان کے ایک محبوب دھلوی تھے اور دوسرے بلوچ۔ چنانچہ ان کی تعریف میں لکھا ہے:

آں دلبرِ دھلوی کہ رشکِ حور است — چوں مہ ز سر تا بقدم پر نور است

گفتم بجمالت برسد ماہ دو ہفت؟ — گفت ز کجا، ہنوز دھلی دور است

نگارِ من چو بلوچیست رخ چو مہ دارد — لبسر ھای بلوچی مراتبہ دارد

بہ ہیچ روز سرِ خونِ من نمی گذرد — بلی ز جہل بلوچی خدا نگہدارد

یہ تو یقینی ہے کہ ان کا عشق پاک تھا۔ اس بات کی تصدیق بھی انہوں نے خود کر دی ہے:

چوں بہ آں ماہ عشقِ من پاک است — از رقیباں او چہ باک مرا

ان کے اشعار میں عورت کی تعریف بھی ملتی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہے:

شلوارِ سرخ و مقنعہ زرد آں نگار — ساقی بہار ماست بیا جام می بیار

روی گلرنگ تو خود راحت و آرامِ دل است — گر کنی زیب بگلگونہ زمی نور ہنور

قشقہ سرخ ای بت ھندی — بر جبینِ تو برگ گلنار است

انہوں نے محبوب کے ساتھ راز و نیاز، بات چیت اور نوک جھونک کو بھی پیارے انداز سے

نظم کیا ہے، مثلاً :

غربتی دوش برش قصۂ سلمیٰ می گفت
گفت : موجود غنیمت شمر، افسانہ مگو

غربتی دوش برش نام بتی می گفتم
تند شد گفت : برو عشق دگر واز باد

آمد آن سرو چوں ، ز من توقف دید و گفت
قدر دولت آنزماں دانی کہ دولت میرود

آمدی پیش دیدہ وقت نماز
چیست ؟ فرما ، نماز بگزاریم

چو گفتم، ای پسر، رحمن، بمن گفت
برو بابا کہ اینہا کار من نیست

بعض اشعار سے ظاہر ہے کہ غربتی روشِ عام کے مطابق تمثیل سے کام لیتے ہیں۔ پہلے ایک مصرع میں ایک بات بیان کرتے ہیں، دوسرے مصرع میں اس قول کی تائید و توثیق کے لیے منطقی استدلال کے طور پر ایک مثال لاتے ہیں، مثلاً :

سخن عشق بدل ماند و لب را مکشا
سرآں شیشہ فرو بند کہ بادی نخورد

غربتی زلف تو بگرفت و نیامشقت رقیب
کہ شب قدر نیاید ز سگاں آوارمی

از سخنہای ما چہ می ریخی
سخن مست معتبر نبود

غربتی صوفی منش تھے، خوب ریاضتیں کیں، سفر کیے، اہل اللہ کے ساتھ زندگی بسر کی تکلف چھوڑا، غیر اللہ سے منہ موڑا، روحانی مراتب حاصل کیے۔ قاب قوسین تک پہنچنے کی تمنا کی منصور کی طرح انا الحق پکارنے کا دم خم ظاہر کیا۔ وہ عشقِ الٰہی میں کشف و کرامت کے اظہار کو وقعت نہیں دیتے۔ وہ سوز دروں کو ہی اصل مدعا سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو نہنگ قلزمِ توحید لکھا ہے۔ ان کو اپنے مرشد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے والہانہ عشق تھا۔ وہ ان کو بعض موقعوں پر اسی طرح مخاطب کرتے ہیں، جیسے خدا کو پکارتے ہوں۔ ان کے دیوان میں تصوف و سلوک اور جذب و معرفت کے مضامین جابجا ملتے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند اشعار پیش خدمت ہیں :

تا رسی بر سر الا اللہ خوش
غیر برہم زن بہ تیغ لا الٰہ

گر مرا عشق آں پریست چہ باک | ہر کہ را عشق نیست آدم نیست

ابوالمعالیؒ اکثر صوفیہ کی طرح عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی کا پل سمجھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں :

می توانی در حقیقت عشق باخت | در مجاز ایں شیوہ گر ورزیدہ ای

اور شاید ان کے پیر کا فرمان بھی یہی ہو :

گہ گند ارشاد پیرِ ما بعشق مرداں | بندۂ مخلص ہوادارم بجاں باشم مرید

ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ایک نوجوان سید محمد سے پیار تھا۔ ان کے متعلق لکھا ہے :

دلرُبا سید محمدؐ کہ بصد زیبائی | متشکل شدہ سرتا بقدم نورِ خداست

ان کے ایک اور محبوب کا نام عبدالرشید تھا :

چوں خدا در حسن و خوبی مثل اوکم آفرید | از خدا خواہم کہ باشم بندہ عبدالرشید

ان کے ایک محبوب دھلوی تھے اور دوسرے بلوچ۔ چنانچہ ان کی تعریف میں لکھا ہے :

آں دلبرِ دھلوی کہ رشکِ حوراست | چوں مہ زسر تا بقدم پر نوراست

گفتم بجمالت برسد ماہ دوہفت؟ | گفت زکجا، ہنوز دھلی دوراست

نگارِ من چو بلوچیست رخ چو مہ دارد | لبِ حھای بلوچی مراتبہ دارد

بہ ہیچ روز سرِ خونِ من نمی گذرد | بلی زجہل بلوچی خدا نگہدارد

یہ تو یقینی ہے کہ ان کا عشق پاک تھا۔ اس بات کی تصدیق بھی انہوں نے خود کر دی ہے :

چوں بہ آں ماہ عشقِ من پاک است | از رقیباں او چہ باک مرا

ان کے اشعار میں عورت کی تعریف بھی ملتی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہے :

شلوارِ سُرخ و مقنعہ زرد آں نگار | ساقی بہار ماست بیا جام می بیار

روی گلرنگ تو خود راحت و آرامِ دلست | گر کنی زیب بگلگونہ زمی نور بنور

قشقہ سرخ ای بت ھندی | بر جبینِ تو برگ گلناراست

انہوں نے محبوب کے ساتھ راز و نیاز، بات چیت اور نوک جھونک کو بھی پیارے انداز سے

نظم کیا ہے، مثلاً :

غربتیؔ دوش برش قصہ سلمیٰ می گفت　　گفت : موجود غنیمت شمر، افسانہ مگو

غربتیؔ دوش برش نام بتی می گفتم　　تند شد گفت : برو عشق دگر واز باد

آمد آن مہ، چوں زمن توقف دید و گفت　　قدر دولت آنزماں دانی کہ دولت میرود

آمدی پیش دیدہ وقت نماز　　چیست ؟ فرما، نماز بگزاریم

چو گفتم، ای پسر، رحمن، بمن گفت　　برو بابا کہ اینہا کارِ من نیست

بعض اشعار سے ظاہر ہے کہ غربتیؔ روشِ عام کے مطابق تمثیل سے کام لیتے ہیں۔ پہلے ایک مصرع میں ایک بات بیان کرتے ہیں، دوسرے مصرع میں اس قول کی تائید و توثیق کے لیے منطقی استدلال کے طور پر ایک مثال لاتے ہیں، مثلاً :

سخن عشق بدل داند و لب رامکشا　　سر آں شیشہ فرو بند کہ بادی نخورد

غربتیؔ زلف تو بگرفت و نیامنقت رقیب　　کہ شب قدر نیاید زسگاں آوار می

از سخنہائی ماچہ می ریخی　　سخن مست معتبر نبود

غربتیؔ صوفی منش تھے، خوب ریاضتیں کیں، سفر کیے، اہل اللہ کے ساتھ زندگی بسر کی تکلف چھوڑا، غیر اللہ سے منہ موڑا، روحانی مراتب حاصل کیے۔ قاب قوسین تک پہنچنے کی تمنا کی منصور کی طرح اناالحق پکارنے کا دم خم ظاہر کیا۔ وہ عشق الٰہی میں کشف و کرامت کے اظہار کو وقعت نہیں دیتے۔ وہ سوز و درد کو ہی اصل مدعا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو نہنگِ قلزم توحید لکھا ہے۔ ان کو اپنے مرشد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے والہانہ عشق تھا۔ وہ ان کو بعض موقعوں پر اسی طرح مخاطب کرتے ہیں، جیسے خدا کو پکارتے ہوں۔ ان کے دیوان میں تصوف و سلوک اور جذب و معرفت کے مضامین جابجا ملتے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند اشعار پیشِ خدمت ہیں :

تا رسی بر سرّ اِلّا اللہ خوش　　غیر برہم زن بہ تیغ لَا اِلٰہ

قاب قوسین از چہ آمد منزلم | غربتیؔ بر بام او ادنے برآ
ملک وملک بیک ہوزدہ ناچیز کنیم | ماکہ در قلزم توحید نہنگ آمدہ ایم
دیدہ ام دیداست بیچوں رابچوں | خلق می گوید بگو چوں دیدہ ای

بعض غزلیات میں خدا کو یا مرشد کو محبوب قرار دے کر مجازی اصطلاحات میں مضامین پیدا کیے ہیں۔ لیکن اکثر پر حقیقت کا ہی گمان ہوتا ہے۔

غزلیں عموماً پانچ پانچ چھ چھ اشعار پر مشتمل ہیں۔ بیان واضح وصریح ہے اور تخاطب کا انداز لیے ہوئے ہے۔ ان کی چند ایک نمائندہ غزلیں ہم یہاں درج کیے دیتے ہیں۔ تاکہ اِن کے زبان و بیان کا اندازہ ہو سکے۔

دیدن روئی او صفا بخشد | شہد لعل شفا بخشد
پرتو عکس شمع رخسارت | حرم دیدہ راضیا بخشد
دل غمش را بجان کجا بدھد | بگدا لقمہ کی گدا بخشد
غربتیؔ ہر کہ مست شد در عشق | نقد دل را بہ دل ربا بخشد
نیست در ہیچ نازنین مہری | مولیا نرا وفا خدا بخشد

عاشقاں را چہ برگ وساز بود | مایۂ عاشقی نیاز بود
صبح بکشود چشم مست از خواب | درِ رحمت بصبح باز بود
ہر کہ دید آں دو چشم و گیسو گفت | رسن ظالماں دراز بود
غربتیؔ اوست عاقبت محمودؔ | کہ بجاں بندۂ ایازؔ بود

دلم از آتشِ رخسار بتاں می سوزد | اللہ اللہ چہ توان کرد کہ جاں می سوزد
دل و جان سوخت چوں پروانہ بشمعِ رخ تو | گر گنم آہ ازیں حال، زباں می سوزد

زآتش لعل تو جان و دل ما سوخت اگر — آتش اینست بیک ذره جهان می سوزد
شمع می سوخت که یعنی برخت مانندم — همه گفتند که نادان بگمان می سوزد

شاه غزنین چه عجب گه نگران در گور است — کز دل و دیده ایازش طرف لاهور است
گر باین دولت و خوبی سوی ما کم نگری — گله ای از تو نداریم که دولت کور است
نیست در زاهد مسکین هوس سبز خطان — سبزه کم روید آن جا که زمین شور است
غزنبی صومعه بگذار و سوی میکده آی — زاهد ماست که او زنده کنون در گور است



ملفوظاتِ شاہ ابوالمعالیؒ

ہشت محفل

(فارسی متن)

مرتّب:

سیّد محمّد باقر بن شاہ ابوالمعالیؒ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

محفلِ اوّل

از غوث الثقلین رضی الله تعالیٰ عنه نصیحتی خواسته بود. فرمودند. باید قرآن بخوان. امر و نهی نگاه دار و هر درویش و مسافر که برسد، سفرهٔ طعام هر چه باشد، پیش آر و در غیب و حضور راست باش، و از نفاق حذر کن و دائم وضو لازم گیر و آنکه قائم من است او را با وقار و حرمت دار و با قضا و قدر راضی شو. بعد از آن حرفی دیگر در میان آورد. بزبانِ مبارک این بیت راندند و دو سه بار تکرار فرمودند؛

شاهِ گیلانی که مردم را چو نورِ دیده است
من غلام وی که حق ما را بوی بخشیده است

درین اثنا اخوی محمد عارف بخدمت حاضر آمدند. غالباً ایشان در خاطر شریف سه امر کرده آمده بودند. اگر وقت خواهد بود تکلیف کنم. یکم. سجع تیمناً فرمایند که در نگین نقش کنم و دوئیم برای خود نصیحتی عرض کنم. سیم. در خانه رجا مند نیست. آیا چه ظاهر گردد. ایمای دران فرمایند. توجه باخوی فرموده فرمودند. وقتِ سحر این بیت بخاطر رسیده بود ے

هست اسرار خدا را کاشف طالبِ فیض محمد عارف

همان حین بخاطر فقیر خطور شد. اگر برای این حقیر یک بیتی فرمایند چه بهتر شود. بمجرد این خطور بفقیر فرمودند. برای شما هم بخاطر رسیده. آں اینست:

بود معمور فیض لایزالی محمد باقر ابن ابوالمعالیؒ

باز توجه باخوی محمد عارف نموده فرمودند. الحال محمد کاشف بظهور می آید. همان ساعت کسی از خانهٔ اخوی دویده آمد و باخوی عرض نمود که در خانه شما پسر بوجود آمد و فرمودند. حضرت غوث الثقلین رضی الله عنه را وقتِ وصال نزدیک رسیده بود. سید عبدالوهاب نصیحتی طلب فرمودند

حضرت فرمودند :

علیک بتقوی اللہ عزوجل - ولا تخف احداً ولا ترج احداً بسوی اللہ
وکل الحوائج الی اللہ ولا الا علیہ واطلبہا جمیعاً منہ ولا تثق باحد
غیر اللہ - التوحید ، التوحید اجماع الکل - پرہیزگاری کنی خدا را از ہیچ کس
بیم نداری - ہیچ - یکے را جز خدا و بسپاری خود را بخدا - بر لطف خدا
و بخواہی - ہمہ حاجات را از خدا و استوار مداری - ہیچ یکی

ہر چہ اندیشی پذیرائی فناست آنچہ در اندیشہ ناید آن خداست

اخوی برخصت حضرت سبحانہ رفتند - بعد ازاں حرفی دیگر درمیان آمد بعد ساعتی
باز فرمودند : دع عند النفس والھوی - کن ارضاً تحت اقدام ھؤلاء القوم وتراباً
بین ایدیھم - الحق عزوجل یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی - والمومنین
حیٌ والکافر مَیتٌ والموحِّد حیی والمشرک میت - قال عزوجل فی بعض کلام -
اول من مات من خلقی ابلیس لع یعنی عصانی - نماتہ بالمعصیۃ -
دریں اثنا ریک پارچہ چوتار و یک پارچہ محمودی نیاز آوردند - آنرا بفقیر عنایت فرمودند -
شیخ جمال خیاط حاضر بود - فرمودند - بہ اسلوب محمد باقر جامہ ای از محمودی و ازار از
چوتار قطع کن و خوب بدوز جوانانہ روئ مبارک بمولوی آوردند و فرمودند کہ بفرزندی از تخت
مرا الفتی و محبتی است و حق تعالیٰ ایں را ہم با ما الفتی و محبتی دادہ - الحمد للہ علیٰ ذالک
بعنایت تمام فرمودند -

بر سریر سروری سلطان محمد باقر است جان و دل را دیدۂ دل را جان محمد باقر است

"فقیر شب گذشتہ در خواب بخدمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بملازمت حضرت
غوث الثقلین مشرف شدہ بود و پیش ہیچ کس اظہار نمودہ بود - تمامی آنرا بمولوی گفتند - در
حیرت شدم - گفتم - سبحان اللہ - فقیر پیش ہیچ کس اظہار نکردہ - آنچہ بندہ دید - از سر مو تجاوز نکردہ -

روئ مبارک کہ بطرف فقیر آوردہ فرمودند :

معالی را مبین چوں درد نوشان دگر ساقی — کہ از جام تقید بادہ اطلاق می نوشد

درما نگر مشاہدہ یار آں عزیز — مرات صفات، طلعت جاناں ایم ما

آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو — سر مخلوقات چہ بود پیش او

مولوی حسن را رخصت آگرہ فرمودند و فقیر را فرمودند تا بعالم گنج رفتہ مولوی را رخصت کردہ بیائید۔ در ہمیں اثنا شخصی آمد و خرچی آورد۔ بمولوی عنایت فرمودند۔ وقت شام رسید۔ فرمودند کہ حضرت غوث الثقلین نیت افطار روزہ چنیں فرمودند: بسم اللہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت سبحانک وبحمدک اللھم تقبل منا فانک انت السمیع العلیم و بآب افطار فرمودند، حاجی حسین حافظ کہ از محبان و مخلصان خاص است، حاضر بود و در خاطر داشت کہ بآگرہ روم۔ از بیخرچی عاجز آمدہ ام واز یاران و دوستان جزوی بدست خواہد آمد۔ دریں معنی سابق بفقیر گفتہ بود کہ یک وقتی رخصت خواہد گرفت۔ بخاطر رسید کہ عرض نمودہ شود۔ بمجرد خطور رو بحاجی حسین حافظ آوردہ فرمودند۔ بزرگان فرمودہ اند، درویشی راحت تمام است واز آفتہائے دنیا ایمن است امّا غایت سختی در کار درویش است کہ او را فاقہ رفتد۔ پس آنشب کہ او را فاقہ افتد، آنشب او را معراج بود، منقولست۔ دریں شب معراج ہر چہ بود، در نظر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آوردند، بگوشۂ چشم ندید۔ گفت: اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ۔ ای دوست، اگرامروز آنچہ نمرود و شداد و فرعون را دادند، ترا ندھند، زیرا ایں سریست عظیم، حضرت غوث الثقلین از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرمودہ اند، مثل دنیا و آخرت چوں مشرق و مغرب است۔ ہر چند کہ میروی کہ بدیں نزدیک شوی ازاں دور گردی۔ بر زبان شریعت بذوق آوردند

دنیا کہ سرائیست عجب بی سر و بن — حق خادم او ساختہ ابلیس کہن

خواہی کہ ورا دخل نباشد با تو — چیزیکہ مراد است درو دخل مکن

فرمودند : در هر دل که دنیا جای گرفت خرابست خانه خراب و در آمدن دراں مرا و ترا نشاید، دل خراب حق تعالیٰ را کی شاید۔ دل یکی بیش نیست۔ چوں به محبت دنیا پُر شد آخرت را در وی جا نماند۔

ذره دردِ خــدا در دل ترا
بهتر از هر دو جهــاں حاصل ترا

حضرت غوث الثقلین فرموده اند : اگر همه نعمتهای دنیا و آخرت بپیش فقیری آرند، بگوشه چشم ننگرد، بت راه خود نسازد، همیں گوید لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ هر چه تحت کن در آمده است، چوں بلا نفی شد اِلَّا اللّٰه نقد گشت۔ در ذکر حق چناں مشغول گردد که حدیث نفس و بحث وی مدخل نیابد :

ایں سرائیست که البته خلل خواهد یافت
خرم آں قوم که در بند سرای دگراند

غرضی هر چه بجز دوست بود دور انداز
مذهب اهل دلانست یکسار هیا

حاجی حسین حافظ گریاں بپای حضرت افتاد و تائب از سرگشت۔ حضرت عنایت فرمودند اَصَبْتَ فَالْزَم

که یکدم با خدا بودن به از ملک سلیمانی



محفل دوم

بتاریخ هفتم ماه مذکور بملازمت حضرت ایشان نشسته بودم، یک شخص برسید و پرسید که اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن چیست؟ فرمودند: علمائے ظاہر درباب فقر اضطراری فرود آورده اند و صوفیه درباب فقر اختیاری، حضرت غوث الثقلین دریں باب فرمودند که کمال فقر آنست که مرتبهٔ الفنا رسد. کونین و مافیها او را ادراک نتواند کرد. کبریا ردای او گردد. دراں باب بس حقائق و دقایق فرمودند و بداں تقریب ایں بیتها برخواندند.

براهِ فقر و فنا تا زسر قدم دارم — نه در وجود نشانی نه در عدم دارم
زعین ثابته خود چه جای دم زدن است — که هرچه دارم ازاں نازنین صنم دارم
رسیده ام چو معالی غنای مطلق را — براهِ فقر و فنا تا زسر قدم دارم
بر نگی شو که رنگی بر نتابد — سواد الوجه فی الدارین اینست

ایں ابیات خجسته فرجامی برزبان آوردند:

ممکن از تنگنای عدم نا کشیده رخت — واجب بجلوه گاه عیان نا نهاده گام
در حیرتم که ایں همه نقش غریب چیست — برلوح صورت آمده منظور خاص و عام
باده نهاں و جام نهاں آمده بدید — در جام عکس باده و در باده عکس جام
جامی معاد و مبدای ما وحدتست و بس — ما در میان کثرت موهوم والسلام

برخاسته همه یاراں رخصت فرمودند و فرمودند: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته. همان وقت در خاطر ایں حقیر گذشت که سلام قبل کلام مشهور است و حضرت ایشاں در آخر کلام فرمودند. هنوز خطره تمام نشده بود، فرمودند که حضرت غوث الثقلین فرموده اند که سلام وقت رفتن نیز باید گفت که باالف لام گویند یا بغیر الف لام و ازیں زیاده نکند. سوار بر پیاده و قاعد بر ماشی سلام

بگوید و مرد بزن سلام نگوید۔ مستحب است درمیان عورات کہ باخود سلام بگویند و نیز مستحب است کہ مرد بزنِ پیر سلام گوید۔ دریں اثنا، پرسیدم کہ صائم را مسواک کردن چونست؟ فرمودند۔ کند امّا مبالغہ نکند۔ ایں است خلاصۂ سخن فقہا امّا آنچہ حضرت غوث الثقلین در غنیہ فرمودہ اند ایں است: یَجۡتَنِبُ الۡمِسۡوَاکَ بَعۡدَ الزَّوَالِ یعنی صائم اجتناب کند مسواک را بعد از دوپہری بعد ازاں عرض نمودم کہ اعتکاف در مسجد اولی یا در بیشہ؟ فرمودند: حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند: وَیُسۡتَحَبُّ لَہٗ اِعۡتِکَافٌ وَلَا یَکُوۡنُ اِلَّا فِی الۡمَسۡجِدِ تُصَلّٰی فِیۡہِ الۡجَمَاعَۃُ۔ یعنی مستحب است از برائے صائم اعتکاف و مستحب نمی باشد مگر در مسجدی کہ نماز میکنند دراں مسجد جماعہ و در اعتکاف مشغول بہ تسبیح و تہلیل و تلاوت قرآن و درود و ذکر کلمہ طیّبہ باشد۔ وقت شام شد ابر بود۔ فرمودند۔ حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند: یُسۡتَحَبُّ لَہٗ تَعۡجِیۡلُ الۡاِفۡطَارِ اِلَّا فِیۡ یَوۡمِ الۡغَیۡمِ یعنی از برائے روزہ دار شتابی در افطار مگر در روز ابر تاخیر کند۔



فصل سوم

تاریخ دہم ماہ مذکور بملازمت حضرت ایشاں نشستہ بودم۔ شخصی آمد کہ ظاہرش بسیار بصلاح و فلاح آراستہ می نمود۔ برای او قیام و تعظیم نفرمودند و حضرت ایشاں برای صلحا و علماء بسیار تعظیم فرمودہ اند۔ در خاطر گذشت۔ یا رب چہ سبب باشد؟ بمجرد ایں خطرہ فرمودند کہ حضرت غوث الثقلین در غنیۃ الطالبین فرمودہ اند: یکرہ القیام لاھل المعاصی والفجور ویستحب الامام والوالدین والورع وکرام الناس۔ یعنی مکروہ است قیام از برای اہل معاصی و فجور و مستحب است از برای امام و مادر و پدر و اہل دین و مردم بزرگ۔ آخر ظاہر شد کہ ایں مردم لاھل معاصی و فجور بود و دریں حسین عرض کردہ شد کہ شیخ سعدیؒ رحمۃ اللہ علیہ را بعضی اعزہ نوشتہ اند کہ از دست حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ مرید است۔ چگونہ باشد کہ از تاریخ چناں مفہوم می شود کہ چہل و یک سال بعد از فوت حضرت غوث الثقلین تولد شیخ سعدی بودہ۔ فرمودند: راست است از دست شیخ عبدالقادر ثانی کہ پسر حضرت شاہ عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین است و بصورت و سیرت شبیہہ با آنحضرت بودہ، مرید است و بعضی اہل باطن از روح شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ہمچنیں خبر دادہ اند و بعضی کہ حضرت غوث الثقلین را حضور گفتہ اند آنجا غلط خوردہ اند۔ دریں اثناء حاجی عبداللہ نام سیاحی بملازمت حضرت ایشاں بہ نیاز تمام آمدہ مشرف شد و عرض کرد کہ بحضرت روشن است کہ در جہاز سفر مکہ معظمہ نمودہ بودم۔ در دریا جہاز بشکست و من بر تختہ ماندہ۔ از ہیبت حادثہ لرزاں و خیزاں بودم و بعضی اعزہ را کہ زیارت کردہ بودند و یاد آمدم، یاد میکردم و امداد میخواہم و میگفتم کہ یا اللہ بہ برکت رسول حق ہر کہ دریں وقت غوث جہاں کردہ بمدد، برساں۔ در عین ایں یاس ناگاہ یک شخص ظاہر شد و دست من گرفت و بکنار رسانید و یک حقہ بدست من داد۔ بسیت خرما دراں بود۔ پرسیدم کہ یا حضرت! اسم شریف شما چیست؟

فرمودند: ابوالمعالیؒ - فرمودند - فراموش کرده ای - در حسین گھر ملاقات نموده واین بیت خوانده بودی :-

زمین عشق بجوئین صلح کل کردم　　　توخصم گرد ز مادوستی تماشا کن

و تاحال بایں بیت ذوق می بریم - حضرت فرمودند ! یا عبداللہ - من لبعداین راز پیش هیچکس اظهار نخواهی کرد -

چو سعدی عشق پنہاں در ز لذت گیر وآسائش　　　کہ تنہا ملک میراند چو معشوقی نہاں دارد[1]

حاجی عبداللہ عرض کرد کہ ارادہ اش ساعت مذکور کہ از مہلکہ نجات یافتہ ام، بودہ وہست کہ حضرت مرید کنند وتلقین فرمایند کہ حضرت ایشاں مرید کردند و فرمودند :-

ترا این پند بہ از ہر دو عالم　　　کہ بی یاد خدا ناید بروں دم

فرمودند کہ حضرت غوث الثقلین فرمودند - مرید را نشاید کہ باوجود پیر خود بدیگری توجہ کند و بملاقات رود - خصوصاً مریدان غوث الثقلین را - برزبان راندند :-

ای خدای من مرا انجام کار　　　زندہ و مردہ بعشق بپیر دار

فرمودند : این سلسلۂ عظمیٰ است کہ معز است سہ وصیت نگہدار - اول فرائض نگاہ دری، دوم از مظالم بہ پرہیزی - سوم دل بہ ہیچ کس نہ بندی الا بحق و فرمودند - مرید آں بود کہ خود را در لمہ پیر بازد، الارادۃ ترک، الارادہ وآں این بود کہ از خواست خود چناں بیرون آید کہ مار از پوست دم دہ در تحت تصرف غسال - اگر ذرۂ اعتراض او را باقی بود یا نوعی چوں وچرا در باطن وی جائی بود - خود پرست بود نہ پیر پرست - یعنی آنکہ گویند مرید پیر پرست باید تا خدا پرست تواند بود - من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ہمیں است اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم - اشارت بدیں است

---

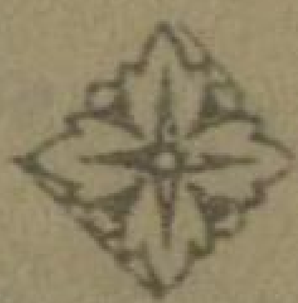
[1] کلیات سعدی میں یہ شعر اس طرح ہے : چو سعدی عشق تنہا باز و راحت بیں و آسائش　　بتنہا ملک میراند کہ منظوری نہاں دارد

فرمودند منقولست - مریدی پیر خود را گفت - امشب در خواب دیده ام که شما چیزی فرمودید من گفتم - چرا - پیر در حال از وی رو گردانید و گفت - اگر در بیداری 'چرا' در باطن تو جای نمانده بودی در خواب نیامدی از تو "چرا" برو کار از سر گیر - فرمودند محبت این طائفه و اشتیاق این گروه نه اندک دولت است و نه هر دلی شائستهٔ این نعمت عظمی است که توان نمود. شنو - سرور دو جهان صلی اللہ علیہ وسلم میفرماید اللهم احیی مسکیناً و احشرنی فی زمرة المساکین این مسکنت جز تسلیم بودن مربی حاصل نگردد :

غربتی تامی توانی روز و شب   از خدا جز عشق پیر خود مخواه

درین اثنا بفقیر توجه فرمودند که حضرت غوث الثقلین فرموده اند یکره نتف الشیب یعنی مکروه است چیدن موی سفید و مستحب است تقلیم ناخنها - روز جمعه باید که تقلیم مخالف باشد یعنی از دست راست ابتدا بخنصر کند - پس وسطی - پس ابهام - پس بنصر - لبعد تقلیم مستحب است غسل سر انگشتان و دفن کردن ناخنهائے بریده شده در خاک - همچنیں است حکم موی سر و بن و خون حجامت و فصد - حضرت ایشان برخاستند و این سبیل را در گوشه برده طریق و آداب ذکر کلمه طیبه چنانچه روش سلسله حضرت قادریه است تلقین نموده فرمودند - اربعین برآر و فقرای حضرت قادریه حاضر وقت خواهند بود و رخصت دامن کوه فرمودند که در آنجا مشغول گردد - بعد ازاں ساعتی باآں سیاح نشستم و حرف و حکایت کردم - گفت در دل گذشته بود که از نتف شیب و آنچه فرمودند همه از حضرت ایشان بپرسم - هنوز در خاطر بود که حضرت فرمودند و این هم بخاطر داشتم که اگر رخصت خواهند فرمود بخواهم رفت و خواهم گفت که چرا روم - آنچه می خواستم یافتم -

---



محفل چہارم

بتاریخ ہفتدہم ماہ رمضان المبارک حضرت ایشاں در خلوت بودند وفقیر بایاران دیگر بیرون منتظر بود. ناگاہ تشریف فرمودند و چند اوراق در بغل داشتند۔ در خاطر خطرہ شد۔ پیش ازیں کہ دیدہ ام کہ حضرت اوراق در بغل کردہ تشریف آوردہ باشند۔ دریں اثنا یک مغل آمد و استدعای انتظام سلسلہ عظیم الشّان حضرت قادریہ نمود۔ اوراق از بغل بر آوردہ آنچہ مرسوم این سلسلہ است تعلیم فرمودند و مرید ساختند و فرمودند: الوصیة علیک بصدق المقال واکل الحلال والاخلاص فی کل حال۔ فرمودند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند: فی ابن آدم مضغةٌ اذا صلحت صلح بہا سایر جسدہٗ واذا فسدت فسد سایر جسدہ۔ الا وھی القلب۔ وحضرت غوث الثقلین فرمودہ: صلاحُ القلب بالتقوی والتقوٰی والتوکل علی اللہ عزّ وجل والتوحید لہٗ والاخلاص فی الاعمال وفسادہٗ تقدم ذالک۔ حضرت ایشاں برخاستند وہمہ یاراں را رخصت فرمودند وخود در باغیچہ سیر می فرمودند۔ دریں اثنا یک شخص رسید۔ او از ملک پنجاب بود و سیاحت بسیار کردہ آمدہ بود۔ چنانچہ اول باوصاف ذمیمہ موصوف بود۔ بعد سیاحت نیز ہمچناں باوصافِ ذمیمہ متصرف می نمود و از سیاحت خود می نازید۔ قدمبوسی حضرت ایشاں کرد و رو بفقیر آوردہ فرمودند کہ حضرت غوث الثقلین درباب مسافرت فرمودہ اند یجب ان یکون سفر المؤمن من اوصاف المذمومة الی صفات المحمودة۔ خواہ در سفر حاصل کند خواہ در حضر۔ آں شخص عرض کرد کہ الحال ہم ارادۂ مسافرت دارم۔ شب گذشتہ بر مزار مخدوم پیر علی ہجویری رفتم و بر مزار بوسہ دادم و فاتحہ خواندم وتکیہ سر بر آں کردہ شب بر آوردم۔ از مدعای خود در خواب ہیچ ندیدم۔ فرمودند۔ حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند کہ زیارت قبور کنید و بوسہ ندہید و تکیہ بر قبر نکنید کہ ایں عادت یہود است و فاتحہ خوانید بریں طریق سورۂ فاتحہ یکبار، سورۂ اخلاص

باخلاص یازده بار و دیگر ہر چہ قرآن یاد باشد بر خوانند و اگر سورۂ یٰسین خوانند بہتر است و ثواب آں بصاحبِ قبر بخشند تا صاحبِ تصرفی و مقامی توجہ نداشتہ باشد و حکم نمودہ باشد، ہیچ مدعا کما ینبغی دیدہ نمی شود و نیز حضرت غوث الثقلین فرمودند ، لا تسأموا وانتظروا یعنی ملول نشوید از سوالِ بدرگاہِ رب العزت و دعا را منتظر باشید بر حصولِ مدعا و بآں سیاح فرمودند کہ تو ہیچ ندیدہ ای ۔ بنا بر آنکہ مخالف شریعت نبوی کردہ ای ۔ ایں بیت بر زبان شریف راندند ؎

حسنؔ دعای تو گر مستجاب نیست مرنج زبانِ تو دیگر و دلِ دگر دعا چہ کند

و نامِ سیاح حسن خاں بود ۔

محفل پنجم

بتاریخ نوزدہم ماہ مذکور بسعادت دریافت ملازمت مستعد بودم و لفقیر می فرمودند۔ ہر کدام بعقل خود گمان افتد و بہ تفصیلات ہواجس نفسانی و شیطانی از تبعیت شریعت بیرون افتد و بعقل ناقص خود می گردد از سعادت محروم می شود۔ عقل در کار خدای نگو نسار است کہ عقل آنست قیاس است و خدا بقیاس راس نیاید کہ خدا بر مشیت است نہ بر قیاسِ بندگان۔ عقل مخلوق عاجز است۔ عقل را بیافرید تا بدانند کہ بندگی چگونہ باید و متابعت انبیار و پس رواں ایشاں چساں باید کرد و فرمودند۔ منقولست ؛ ان اللہ تعالیٰ خلق العقل فی احسن صورۃ ثم قال لہ۔ اقبل۔ فاقبل۔ ثم قال لہ ادبر۔ فادبر۔ فقال وعزتی وجلالی ماخلقت فی خلقی اجلّ منک بک اعطی بک احد وبک احاسب وبک اعاقب والدلیل علیٰ صحۃِ ھذا۔ ان اللہ تعالیٰ خلق فی عبادہٖ شیئین وھوالامر والنھی وکلاھما موقوفان علی العقل کما جاء فی التنزیل: فاتقوا اللہ یا اولی الالباب ۔ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ پیدا کرد عقل را در یک صورت۔ پس گفت آں عقل بیا۔ پس آمد۔ پس گفت آں عقل را برو و پس رفت۔ پس گفت خدا تعالیٰ۔ سوگند عزتِ من و بزرگی من۔ پیدا کردہ ام من در پیدائش خود بزرگ تر از تو۔ بتو میدہم۔ بتو میگیرم۔ بتو حساب میکنم و بتو عذاب میکنم و رہنمونی میکنم۔ بر صحیح بودن ایں دلیل اینست۔ بدرستی و راستی کہ حق تعالیٰ پیدا کرد۔ در بندہ ہای خود دو چیز را و آں دو چیز امر و نہی است و ایں ہر دو موقوفند بر عقل چنانچہ آمدہ است در قرآن۔ بترسید خدا را ای صاحبِ ہوش (ذوی العقل) دریں اثنا شخصی رسید اقوال شتی می گفت و گفت ہر آنچہ بعقل راست آید بر آں عمل باید کرد۔ تبعیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین را چہ حاجت؟ حضرت فرمودند۔ امر است۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامرِ منکم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

هر کسی که نه مجتهد باشد البته او را تابع مجتهد باید شد والا آثم باشد۔ اگر کار بعقل شدی، بوعلی سینا از انبیا، بودی وارسالِ رسل همه عبث بودی۔ زہی نادان که از تبعیت پیغمبر صلی صلی اللہ علیہ وسلم برآمده بعقل ناقص خود اعتماد کند و در کتب معتبر مسطور است: من لیس لہ شیخ فشیخہ ابلیس۔ حضرت غوث الثقلین فرموده: اتبعوا ولا تبتدعوا۔ یعنی تبعیت نبوی مطابق سلف صالح کنید و بدعت نکنید۔ بہوای عقل ناقص خود و اول قدم بعد از تصحیح توبہ استقامت است بر اعمالِ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم۔ مرتبہ دوم متابعت استقامت است بر احوالِ پیغمبر۔ مرتبہ سوم دریافت احوال است و آں صفت روح است۔ بر زبانِ شریعت راندند:

سخن آنجا که از خدا دانی است — لاف دانش دلیل نادانی است

دران شخص سعادت ازلی بظہور آمد و در خدمت حضرت تائب شد۔ دریں اثنا یک شخص دیگر رسید و عرض نمود۔ یا حضرت بسیار پریشان و مضطرم۔ حاجتی دارم که اللہ تعالےٰ بکرم عالی برآرد۔ فرمودند۔ حضرت غوث الثقلین فرموده اند: ہر کرا حاجتی باشد، صلوٰۃ الحاجات بگذارد۔ بدیں ترتیب: تجدید وضو کند و دوگانہ برای یگانہ۔ در رکعت اول بعد فاتحہ آیۃ الکرسی یک بار و در دوئم بعد فاتحہ امن الرسول تا آخر و بعد از سلام ایں دعا بخواند:

اَللّٰهُمَّ یا مُونِسَ کُلِّ وحِیدٍ و یا صاحِبَ کُلِّ فرِیدٍ و یا قرِیبًا غَیرَ بعِیدٍ و یا شاھدًا غیرَ غایبٍ و یا غالبًا غیرَ مغلوبٍ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ الَّذِی لا تَاخُذُهٗ سِنَةٌ ولا نوم۔ اسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرحیم الحی القیُّوم الَّذِی عَنَتِ الوجوهُ وخَشَعَتِ الاصوات وَوَجِلَتُ لَهُ القلوبُ ان تُصَلِّیَ علی محمّدٍ وعلی آلِ محمد ان تجعَلَ اِلیّ مِن اَمرِی فرجا و مخرجا و تقضی حَاجَتِی ٥ و ہزار و یک بار یا نور المنور یا مدد الاٰمور بلّغ عنی روح محمد تحیۃً و سلامًا بخواند۔

بر زمین بخواب رود و مکرر صلوٰة الحاجات ادا نماید۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ حاجت بر آرد۔ بعدہٗ
فرمودند کہ حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند کہ چوں بندہ مبتلا می شود ببلا۔ اول علاج دفع آں
از خود می کند۔ چوں خلاص نمی شود۔ طلب یاری در دفع آں از غیر حق بخلق اللہ میکند۔ ہیچ
دفاہیت نمی یابد۔ توجہ بحق میکند واز غیر حق روی می گرداند و تضرع وزاری بدرگاہ حق می
نماید۔ ہیچ کشایش نمی یابد۔ باز توجہ بخلق می کند و در پی سبب می رود۔ ہیچ فتیاب
نمی شود۔ و باز بہ سبب رو می آرد، ہیچ فتیاب نمی شود۔ باز بدرگاہ الہی بتضرع وزاری بر رو
می افتد واز غیر بالکلیہ منقطع می شود فلا یری الا فعل الحق عزوجل۔ نمی بیند آں
بندہ ہیچ فعل را مگر فعل حق نصیر موقناً موحداً۔ لا فاعل الا اللہ یعنی یقین میگردد
بندہ را کہ فاعل حقیقی نیست مگر ذات واجب الوجود۔ بعدہٗ دفع خواطر می شود و خاطر جمع
می دارد و ہیچ تفرقہ دا دراہ نمی یابد و میراند ؎

اندریں دائرہ دیاریکیست   انّہٗ النافع والضّار یکیست

و بعض سعادتمنداں را حق سبحانہٗ بدیں روش او سلوک میسر میکند و بمطلب میرساند۔



محفل ششم

بتاریخ بیستم ماه رمضان المبارک بملازمت حضرت ایشان عرض کردم که توسل بحضرت غوث الثقلین در حاجات چگونه باید کرد. فرمودند که دوگانه آنحضرت ادا نماید. در رکعتِ اول بعد فاتحه سورة اخلاص یازده بار بخواند و در رکعت دوم بعد فاتحه سورة قل یا ایها الکافرون یازده بار بخواند. چون سلام دهد بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یازده بار درود فرستد و متوجه قلب گردد و یازده قدم رود. در هر قدم یازده بار با حضور تمام بگوید: یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ و حاجت خود عرض دارد و نذر حضرت قبول کند. باز بنشیند و هزار و یک بار اسمِ اعظم با شرائط بخواند و تا یازده روز یا شب لازم گیرد. اگرچه پیش ازین حاجت بر می آید اما تا یازده روز حد ست. در خاطر خطور شد که حاجت صعبی دارم، اگر رخصت یابم متوجه گردم. بمجرد خطور فرمودند ـ رخصت دادیم. لکن آنچه درین شرط بود. فرمودند. همان شب عمل نمودم. حق سبحانهٗ و تعالیٰ بفضلِ خود و کرم ایشان حاجت برآورد. دران شب بواقعه دیدم در یک جا ایستاده ایم. بزرگان بسیار در آنجا نشسته اند. یک شخص پیدا شد که شبیه بحضرت ایشان می نمود و همه بزرگان برای تعظیمِ او برخاستند. همه را گذاشته پیشتر روان شد گویا یک بیشه مخوف ست. دران در آمدند و این حقیر نیز قدم بر قدم ایشان روان شده در پسِ ایشان با دب تمام می رفت. ناگاه یک خانه نورانی ظاهر گردید. دران آمدند و فقیر گویا در عقب است و ایشان در آنجا مستغرق بیادِ حق شدند بطریق مراقبه. و اهمه خوف مستولی گشته اما ایشان چون ازان حالت فارغ شدند. عالم چگونه گردد و چسان باز توانم رفت. درین اثنا حضرت فارغ شده متوجه گشتند. فقیر را در بغل گرفتند و فرمودند. هیچ ترس مکن و اشفاق بیحد فرمودند ؎

آنچه با زان جان جان دیده و دانسته ایم ۔ مہر گفتن نیست بہر دیدن و دانستن است

فرمودند: تو مجاز را خواندی، از روی حقیقت بخوان۔ بندہ عرض نمود، طور حقیقت بفرمایید
که بخوانیم۔ فرمودند۔ این را از ابوالمعالی دریاب۔ بیدار شدم، حاجت صعب خود ہماں ساعت
منقضی دیدم۔ پگاہ بملازمت حضرت ایشاں آمدہ مشرف شدم۔ بمجرد دید تعظیم بندہ نمودند و
فرمودند که شب حضرت غوث الثقلین بر تو بسیار شفقت کردند۔

عرض کردم:

من که باشم که براں خاطر عاطر گذرم لطفہا میکنی ای خاک درت تاج سرم

و ماحول مسالت نمودم۔ فرمودند۔ حقیقت وقتی میسر می شود که این دو چیز حاصل شود۔
یکی فنا از خلق بحکم اللہ تعالیٰ و دوم فنا از ہوا بامر خدا۔ علامت فنا از خلق انقطاع از ایشاں
است و ناامیدی از چیز ہا که در دست ایشاں است و علامت فنا از ہوا ترک یک
نیست و تعلق است بسبب دریافتن نفع ازو و آنچه طریقۂ خواندن اسم اعظم بود بفقیر
تلقین فرمودند و دیگر آنچه لازم حصول مدعا بود از حقائق بیان نمودہ فرمودند۔ اجیت فلزم۔
دریں اثنا شخصی بسعادت قدمبوسی مستعد گردید و عرض نمود که مدتہاست که از شر
نفس شریر به ہوا و ہوس نفسانی و شیطانی مشغول بودم، دیروز در راہ جامع مسجد چشم بندہ بر
جمال مبارک افتادہ بود۔ ازاں وقت دل از لذات نفسانی سرگشته را از اوقات گذشته
پشیمانی حاصل شد۔ اکنوں بخدمت آمدہ ام که تائب گردم و چنانچه تلقین شوم۔ علی الدوام۔۔۔
انشاء اللہ مشغول باشم۔ به تجدید عہد نمود۔ فرمودند۔ حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند:
اجهد ان یکون مظلوماً مقهوراً ولا تکن قاهراً واجهد ان لا تاکل لقمة
ولا تمش خطوة ولا تعجل شیئاً الا بنیة صالحة۔ یعنی بکوش تا آنکه باشی مظلوم وستم زدہ
نباشی تو قہر کنندہ بلکه باشی قہر کردہ و شدہ که این بخوری لقمه و نروی گامی مگر به نیت نیک و
فرمودند۔ جوع و خاموشی و خلوت و ورع که عبارت از ترک ہمه گناہ است و مراقبه که عبارت
از حفظ جوارح است۔ لازم گیری و ذکر را مداوم باشی تا بی اختیار جاری باشد و طریق آنست:

که لآ اِلٰهَ از زیر ناف برآری و مد دراز کشی و نفی ماسوی الله کنی که نیست هیچ معبودی و مقصودی و موجودی و تا کشف راست رساند که غیر حق را از دل کشیدم و پس پشت انداختم و باز دم جدید ستاند و اِلَّا اللّٰہُ بر دل ضرب شدید کند. وقت اثبات مطلوب با خود داند و اندیشد که خدای واجب الوجود معبود و مقصود و موجود منست و در دل ثابت گرداند تا بحدی رساند که هر وقت دل جوید بی اختیار درین مطلب عظمی حاضر باید یعنی ملازم حق یابد. می فرمودند. کم از طفل نباید بود. چون خواب می کند. بر محبت چیزی. بعد الانتباه هماں چیز را طلب کند. طالب را در خواب و بیداری غم مطلوب پیش دل او می باید که باشد ؎

نه پنداری که مهرت از دل عاشق رود هرگز　　　　چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد



محفلِ ہفتم

بتاریخ بیست و سوم ماه رمضان بملازمت حضرت نشسته بودم. شخصی از ملک عرب رسید و بملازمت مشرف شُد. در خاطر فقیر خطور شُد که این شخص را گاهی در خدمت مشرف ندیده ام. از اختلاط و خصوصیت این فرد عجب است. عرض نمود که حضرت کی در ینجا تشریف فرموده اند. حضرت فرمودند. خاموش. تو از مطلب خود بگو. عرض نمود. بحضرت روشن است که درین ملک غریبم و نو آمده ام. بعضی می رنجانند و بعضی خوش میکنند. البته حُب و بُغض در دِل پیدا می شود. و در دعای سیفی عالِم. نفس برین می آرد. هر که رنجاند او را بعنایت حق دفع توانم کرد و هر که الطاف نماید بفضل الله رفعت و علو منزلتی و حصول مطلبی بفعل آرم. اما می خواهم که از حقیقت آگاه شوم. هر چند میدانم اما از صاحب ولایتی دریابم بهتر است که از پیش خود نمایم. حضرت فرمودند این معنی کلام غوث الثقلین را ترجمه نموده ام. بطریق منظوم این است. اما اگر مرتبه تسلیم دست دهد. همه بحق حواله نمایی بحضور او بیخود باشی از همه بهتر است ع

تو مباش اصلا کمال این است و بس

گر فتند در دل ترا بُغض کسی — عرضه کُن فعلش بشرع حق بسی

گر یقین دانی که مبغوضِ خدا است — نیست با شرع رسول الله راست

مرحبا اهلاً و سهلاً با قبول — متفق گشتی بحق هم با رسول

ور بود فعلش همه مقبولِ حق — تو ز بُغضش می نمایی جامه شق

الحق ای باطل هوائی بُوده ای — یا ز مردان خدائی بُوده ای

توبه کُن از بُغض میخواه از خُدا — دوستی او بجمع باصفا

باز گر دای بیحیا زین رهروی — دشمن او عاصی حق می شوی

تا موافق با خدا باشی مدام — رحمتی جاوید یابی والسّلام
فعل و حال و قیل و قال و همتش — زن بمعیار کتاب و سنتش
همچنیں گر حبّ کس یابی بدل — شو خدا را از هوای خود گسل
گر بود محبوب محبوبش بدار — ور بود مبغوض مبغوضش شمار
تا نباشد حب و بغضش از هوا — باشد از بهر خدای و مصطفیٰ
شو موافق با خدا، نی با هوا — شو مخالف با هوا، نی با خدا
زانکه ماموری بایں ای مردِ راه — اینچنیں رو ورنه می افتی بچاه
الهوی لاتتبع بارہی بخوان — قَدْ یُضِلُّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بدان

و فرمودند۔ یک روزی حضرت رسالت پناہؐ بجای ہی رفتند۔ صدیق اکبرؓ ہمراه بو یکی سالار قوم کفار صدیق اکبرؓ را دید سقط گفتن گرفت۔ صدیق اکبر باوی التفات نکرد خاموش ماند۔ حضرت رسالت پناه از سرِ مبارک خود دستار برآوردند و نزدیک صدیقؓ آمده استادند۔ چوں زمانِ نیک گذشت، صدیق اکبرؓ درجوابِ او سختی گفت۔ بدموز حضرت رسالت پناہؐ دستار بر سر نهادند و روان شدند و صدیق اکبرؓ در پی روان شد و سرِّ این معنی پرسید فرمودند۔ وقتیکه وی در مکالمه مهمله بود۔ تو خاموش بودی۔ دیدم که بر و لعنت در باراست و بر تو رحمت نثاراست۔ من هم سرِ خود را در رحمت کشیدم۔ چوں تو بجواب او مقیّد شدی۔ دیدم که رحمت را باز گرفته اند و ترسیدم۔ مبادا بیشتر مقید شدی۔ اینجا هم لعنت بارد۔ اجتناب کردم۔ روان شدم ؎

غریبی گر کسی بدت گوید — نشوی تیره باصفا باشی
ور کنی صبر بر جفای کسان — لائقِ رحمتِ خدا باشی

باز فرمودند که شیخ محی الدین عربی نقل نمودند که مجذوبی اهلِ حال در آخر ماه رمضان در دمشق پیدا شد و بر گذر نشسته چیزی میخورد۔ ناگاه محتسب آن شهر که مؤذن جامع مسجد بود

پیدا شد۔ باں مجذوب تهدید بسیار نموده گذشت و بعد از مدتی چوں مؤذن اذان گفت۔ بگوش آں مجذوب رسید پرسید که این کیست ؟ گفتندش همان که بر تو زجر کرده گذشته بود خدایا این نامِ تو و نامِ دوستِ تو میگیرد۔ من ازین درگذشتم و بخشیدم۔ یک گستاخی که بمن کرده نادانسته کرده آنرا بگیر۔ فردای آنروز غره ماه شوال بود۔ تمامی اهالی و موالی برای تهنیت بملازمت بادشاه رفتند۔ همه را بلطف و کرم نظر کرد۔ ناگاه نظر بادشاه برای مؤذن افتاد، غضب بسیار کرد و براند. مردم حیران شدند که ازین مؤذن هیچ بوجود نیامده که موجب عقاب خطاب گردد۔ اما آں دانست که این غضب از غضب آں آگاه راه الہٰ است۔ خدمت آں مجذوب آمده بهزار الحاح و نیاز تمام قدمبوسی نموده طلب عفو بی ادبی خود نمود۔ مجذوب گفت۔ من ترا از اول بخشیدم و رنه می دیدی که چهای کشیدی۔ چه در دنیا چه در آخرت۔ برو بخانهٔ خود۔ لیظهر الالطاف والاعطاف۔ همان ساعت بادشاه آں مؤذن را طلبیده خلعت پوشانید و معذرت نمود۔ بعد از اں حضرت ایشاں برخاستند و همه را رخصت فرمودند۔ آں شخص عرب گفت۔ بنده در خدمت است۔ فرمودند والدهٔ تو در یمن بسیار ترا یاد میکند و از محبت پیوسته در نالش است۔ برو زود قصد آنطرف۔ فرمودند تا به پیرِ خود محبت حاصل نکنی و یکجهت و یکروی نگردی هیچ حاصل نمی شود۔ دیگر همه از دل دور کن۔ یگاه بخدمت حضرت آمدم۔ ازین معنی اشعار فرموده بر تبسم این بیت خواندند ؎

غربتی هرچه بجز دوست بود دور انداز   مذهب اهلِ دلاں هست بیکساریها

همه و سواسها محو شدند و وجه محبت ایشاں پیدا شد۔ الحمد للّٰه علی ذالک۔ در همیں اثنا حضرت تشریف ارزانی فرمودند۔ سخن در همت عالی افتاد۔ حضرت فرمودند : اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ المعالی الامور۔ و این ابیات بر زبان شریف راندند :

دوست میدارد خداوند جهاں   همت عالی طلب کن ای جواں

همت عالی خدا جویی بود   ترکِ غیرش کرده یکروی بود

هرکه روی خود سوی دنیا نهاد   آتش حرصش کند او را رماد

آنکه با عقبی همی دارد سری ... میشود از کیمیای او زری
آنکه دائم همتش سی مولا بود ... گوهر بی قیمت و یکتا بود
چوں بتوحید خدا باشد فنا ... قیمت او را که داند جز خدا
از خدا تا می توانی روز و شب ... ای معالی همت عالی طلب

روی مبارک بملا نظام الدین کاتب آوردند و فرمودند۔ در یمن درویش بود بزرگ و در بربر عرب بعضی بدویان باں بزرگ صدق آورده بودند۔ میخواستند مرید شوند۔ نمی توانستند رسید۔ بعضی درویش عرض نمودند۔ اگر رخصت شود۔ یکی از فرزنداں یا درویشاں لهو در آنجا مرید گیرد۔ آں بزرگ فرمود که مرید گرفتن و تلقین نمودن امانتی است و بغایت امریست عظیم و کاریست فخیم۔ از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جا خلیفہ بالترتیب رسیدہ تا قیام قیامت در اہل سلوک ایں دولت باقی خواہد بود۔ اَلشَّیخُ فِی قَومِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ اشارت بریں است سالک بمرتبہ شریعت و طریقت و حقیقت نرسیدہ باشد و اجازت از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بزرگان ماسلف نشود۔ شیخ عارف باللہ بریں امر عظیم کی تواند رخصت داد :

سالہا بروند مردان انتظار ... تا یکی را بارشد زاں صد ہزار

اگر سالک عبراتِ ثلاثہ عبور ننمودہ باشد و شیخ رخصت کند۔ پس شیخ خاین و خاسر باشد ہر کہ از بدویاں میخواہد کہ مرید شود و نمی تواند آمد۔ اعلام نماید کہ غائبانہ بیعت کنیم و مرید گیریم و آنچہ مرسوم است بفرستیم۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزی کہ بیعت نمودند۔ حضرت عثمان رضی حاضر نبود۔ یکدست خود را نایب دست عثمان رضی اللہ عنہ نمود و بیعت فرمودند و ہم آں بزرگ فرمودہ کہ بعضی ناداناں بیخبر ہرگز غم ایں ندارند از جہت طمع دنیا۔ ایں پیشہ بتسویلات نفسانی شیطانی خویش میگیرند و راہ مسلماناں عامہ می زنند و پروای گرفت و گیر آخرت و تضیع جانِ خود ندارند۔ ایں ہمہ از جہت خولشتن داری میگویم۔ بلکہ بآنچہ ماموروم گفتم۔ یَعرَفُ ھٰذَا مَن اَتیٰ بِقَلبٍ سَلِیمٍ ۔ درویشاں ہمہ تایب شدند۔ حضرت ایشاں توجہ بملا نظام کاتب آوردہ فرمودند کہ حضرت

غوث الثقلین فرموده اند که دراں گذشته که محبت دنیا از دل زایل ساخته مجردانه از جمیع علائق فارغ آمده بصدق و اخلاص روی در محبت خدای تعالیٰ آرد و پیرامن هیچ آرزو نگردد و روز بروز بطورِ خود بترقی گیرد و این ابیات برزبان راندند:

بعشق کوش دلا از برای مال منال مآل بیخبر آنست میل مال و منال
مباش درپیِ مال و منال باش مدام نیازِ عاشق و عشق راز حسن و جمال
چو عزبتی سر و زر صرف می توان کردن برای اهلِ کمال از برای کسبِ کمال

یک شخص حاضر بود. عرض نمود که بعض مشائخ منع فرموده اند مریدان خود را که با شیخ دیگر منشیند. منع برای چه باشد؟ فرمودند ممکن است بحکم اَلصُّحبَةُ تُؤثِّرُ میل دل بدان جانب کند و شیخش از نظر ساقط شود و به دیگری اقبال نماید. پیش طائفه طریقت این مثل ارتداد معنوی است و صورت بعد و قطعیّت۔ نعوذ باللہ من ذالک

یک دِل داری بس است یک دوست را

درین اثنا یک شخص رسید و عرض نمود که چند روز است. جنیان ازار میرسانند۔ نه طعام خوردن می دهند نه نشستن و خواب کردن۔ و مبدم سید سبد نجاست بر مردم خانه می اندازند و سنگ و کلوخ می زنند۔ اکثر درویشان لاهور را ملازمت کردم۔ از هیچکس رفاهیت نشد بلکه آمده شبها درویشان ماندند و آں درویشان هم آزار یافتند۔ حضرت بحاجی حسین فرمودند۔ برو۔ در حویلی بلند بگو که فقیر ابوالمعالی میگوید۔ اگر من بعد هیچ گونه آزار خواهید کرد سزا خواهید یافت۔ حاجی حسین رفته گفت همان ساعت آزار دفع شد و هیچ اثر آثار جنیه نماند۔ فرمودند۔ منقولست از بزرگی که فرمودند۔ درویشی هزار سال درین راه قدم بزند و در خاطرش گذرد که این را قبول بالیستی، مرد جاه طلب است نه مرد طلب۔ ملا نظام گریاں در پای حضرت افتاد و از سر تایب شد۔ عنایت فرموده حضرت ایشان تشریف درون فرمودند۔

محفل هشتم

تاریخ بیست و هشتم ماه رمضان، بملازمت حضرت ایشان مشرف شدم. ملا ابراهیم درویش محمد امین و حاجی حسین حافظ و ملا نظام کاتب و ملا عصمت که عالم متبحر بود و اکثر اهالی و موالی صلحاء و فضلای بسیار حاضر بودند. یک شخص محمود نامی آمده عرض نمود که بنده آنست که شب چهاردهم در حسین گهر بخدمت بود و روز دیگر وقت عصر ملا حسین منوره آمده باز مشرف شده بود. حضرت فرمودند. خوب! درین مدت کجا بودی؟ گفت. جای که عیان است چه حاجت بیان است. درین اثنا یک شخص دیگر حاضر بود. عرض نمود. مدت یک ماه است که همسایه مرا آزار می رساند. ساعتی خاموش ماندند. توجه باز بملا حسین منوره نموده فرمودند. روضة الاوراد مطالعه کن و بر آن عمل نما. باشد که خدای عزوجل با خود آشنایی و از غیر رهائی بخشد. گفت. روضة الاوراد را ندارم. بفقیر اشارت فرمودند که خواهی داد. درین اثنا یک شخص عالمی رسید و تعریف یک مجذوبی کیف خوار کرد که ولی است و قطب وقت است. کرامات بسیار دارد و ما چشم باطن نداریم. تحقیق آن از خدمت حضرت میکنم. حضرت فرمودند: ولی کسی است که عارف ذات و صفات الله باشد و مواظب باشد بر طاعات حق و از معاصی مجتنب بشود. از لذات و شهوات محترز گردد و شما خوب میدانید چه حاجتست بگفتن ما. مقرر است اگر امری بر خلاف عادت صادر شود. از اهل طاعت و ریاضت کرامتست و اگر از جهت ریاضت و طاعت صادر نشود، شعبده است و اگر از غیر متابع پیغمبر صادر شود، استدراج است و اگر از مومن غیر ولی، صادر گردد که سبب نجات او از غمی یا بلای باشد، معونت است چه حاجت تفصیل. همه در کتب اعزه مذکور است و مجذوب آنست که یکبارگی جذب حق شود و همه مقامات بعنایت الهی در اندک مدت طے کند و اینها از مجانین اند و خلاف عادت

ظاہر می نمایند۔

بندۂ عرض نمودہ کہ حاجتی پیش آمدہ است صعب، طلب آرزو از خدمت حضرت می نمایم کہ حضرت حق تعالیٰ آسان کند۔ فرمودند حضرت غوث الثقلین فرمودہ اند ہر کہ ایں را روز جمعہ شروع کند و ہر روز ہزار بار بخواند تا جمعہ دیگر۔ حق حاجت او برآوردہ گرداند:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خَالِصًا مُخْلِصًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صَادِقًا مُصَدِّقًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَبَدًا اَبَدًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ حضرتِ ایشاں برخاستند، ہمہ را رخصت فرمودند، مگر فقیر را فرمودند بنشیں۔ ایں فقیر حاضر بود کہ یک مردی کہ از ہمسایہ آمدہ عرض نمودہ بندہ آنست کہ شب چہاردہم در حسین گھر بخدمت بود با کریم الدین۔ پرسیدم۔ باری ایں را تفصیل کن۔ گفت متصل حسین گھر نیلو فرزاری عجیب و غریب بود۔ شب چہاردہم حضرت در کشتی نشستہ سیر می فرمودند۔ تمام شب بخدمت گذرانیدم۔ بطلوع آفتاب رخصت شدہ در منورہ بملا حسین رسیدم۔ چوں بحالتِ خواب بود۔ پرسید چہ حالتست۔ گفتم۔ تمام شب بہ بیداری در خدمت حضرت ایشاں در حسین گھر گذرانیدم و سامع نکات عجیب و غریب بودیم و یازدہ بیت غوث الثقلین را رباعی رباعی ہر بیت ترجمہ فرمودند۔ گفت۔ چہ می گویی حضرت ایشاں تمام شب با یاراں در خدمت ایشاں گذرانیدیم۔ باز بحیرت تمام بخدمتِ حضرت آمدیم۔ ایشاں یک شخص را مخاطب کردہ می فرمودند کہ شیخ عبداللہ تستری از کمال اولیا است منقولست۔ یک مرد حاجی بمرید ایشاں رسید و گفت۔ فلاں روز در عرفات تمام روز ما بخدمت شیخ عبداللہ تستری بودیم و بجمعیت گذرانیدیم۔ او گفت۔ عجب آں روز شیخ از حجرہ برنیامدہ و تمام روز ما بخدمت شیخ گذرانیدیم۔ ہر دو حیران شدہ بخدمت شیخ آمدند۔ شیخ فرمود بر قدرت حق ایمان دارید۔ گفتم۔ آری۔ شیخ گفت۔ از قدرت حق از ینہا چہ عجب و فرمودند آفتاب یکیست۔ ہمہ کس ہمہ جا میدانند کہ برماست۔ اگر خدا عزوجل یک بندہ را ہمچنیں نماید۔

ہیچ غریب و عجیب نیست. حضرت ایشان باز تشریف بیرون آوردند و آں شخص کہ از ہمسایہ شکایت نمودہ بود نیز حاضر آمد۔ عرض نمود کہ ما را بسیار رنجہ میدارد و ایذا می رساند۔ می فرمودند کس بر ایذای ہمسایہ صبر کند، زود باشد کہ حق تعالیٰ آنرا مسخر او میگرداند یا زود ازیں جہاں می برد و خانہ اش باآں مرد صابر می ماند و کلام دیگر درمیان شد۔ بعد ساعتی کس او دویدہ آمد کہ آں ہمسایہ کہ آں ہمسایہ کہ آزار می کرد بہمیں ساعت از بام افتاد و جان داد و خانہ اورا از جہت تکفین و تجہیز او می خواہند کہ گروی بمانند۔ آں مرد بپائی حضرت افتاد و مرید شد۔ ہمہ را رخصت فرمودند و فقیر تنہا نشستہ بود۔ ناگاہ شخص نورانی پیر حقانی پیدا آمد۔ بمجرد آمدن او حضرت ایشان بیرون تشریف آوردند۔ دست یکدیگر گرفتہ بگوشہ رفتہ نشستند و فقیر نیز رفتہ آہستہ در پس نشستہ۔ آہستہ آہستہ با خود سخن میکردند و ذوق می بردند۔ گاہی بخندہ ہمچو گل می شگفتند و گاہی چو ابر نو بہار قطرات از چشم می ریختند۔ بعدہٗ آں مرد پیر نورانی از کیسۂ خود کاغذ بر آورد و بہ حضرت ہم نمود ہم بر آں کاغذ بوسہ دادند۔ بر چشم نہادند و باز تسبیح بر آورد۔ آنرا ہم بسیار تعظیم نمودند۔ بوسیدند بر چشم نہادند۔ بعدہٗ سرگوشگی سخن کردہ۔ حضرت فقیر را طلبیدند و بہ پای آں مرد نورانی انداختند و برخاستند و آں مرد نورانی رواں شد و از چشم غائب گشت۔ بخدمت حضرت عرض نمودم کہ ایں مرد کہ بود و آں کاغذ و تسبیح چہ بود۔ فرمودند۔ آں مرد شاہ جمال اللہ بود۔ نبیرۂ حضرت غوث الثقلین ولد شاہ عبدالرزاق۔ روزی حضرت غوث الثقلین نشستہ وضو می ساختند۔ شاہ جمال اللہ پیدا شد۔ پیش طلبیدند و آب دہن خود را در دہن ایشان انداختند و فرمودند ہاں ای فرزند۔ ترا حق سبحانہٗ و تعالیٰ عمری دراز بخشیدہ و ہمیشہ زبان را بذکر حق تر داری۔ اللہ تعالیٰ ایشان را عمری دراز بخشیدہ است و در عالم سیر می کنند و از کل اولیاء ہند دلیس مرتبہ عالی دارند و ذوق دارند کہ بخمولت باشند کہ کس نشناسد۔ الحق ہر کرد۔ اللہ تعالیٰ ارتبہ قطبیت طیدہد۔ ایشان را بسر وقت او می آورد و بر آں کاغذ پارۂ دستخط حضرت غوث الثقلین بود کہ ایشان را خود نوشتہ دادہ بودند۔ تبرکاً نگاہ میدارند و تسبیح حضرت غوث الثقلین بود۔ عرض نمودم کہ یا حضرت

چه برآں کاغذ مرقوم بود ؟ فرمودند : این مضمون بود که علم آموز و برآں عمل کن و بکارهای خلق مشغول مشو۔ بی ضرورت و هیچ کس را بَبَدی یاد مکن و جانشین مارا بوقار دار و ملازم خلق خود باش و قرآن هر روز بخوان و دیگر این که در راهِ مَردان سه طائفه اند : محققان و مدعیان گویندگان سماع۔ آنکه محققان اند رنگ سخنِ ایشان پیداست و آنکه مدعیانند، بیحرمتی بر سخن ایشان هویداست و آنکه گویندگان سماع اند، بیگانگی بر سخنِ ایشان ظاهر ست۔ بنای حقیقت بر شریعت است و شریعت بی حقیقت بیکار و حقیقت بی شریعت بیکار و دیگر حقائق همه بود۔ درین اثنا سخن در محبت افتاد۔ فرمودند محبتِ خدای تعالیٰ غایت و نهایت همه مقاماتست۔ سعادت ابدی از محبت خدای تعالیٰ حاصل است۔ چوں آں محبت غالب گردد بکمال رسد، عشق گردد۔ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ ۔ محبت بنده را بخدای رساند۔ ازیں معنی محبت فرض راه آمده۔ جفا و وفا و منع و عطا در عالم محبت یکساں باشد۔ اَلْمُحَبَّةُ لَاتَزِیْدُ بِالْوَفَاءِ وَلَا تنقص بالجفاء ؎

سعدی بجفا ترک محبت نتواں کرد ‏‏‏‏ ‏ بر در بنشینم اگر از خانه برانند

برای حصولِ محبت خدای تعالیٰ طریق بسیار است اما بهتر و آساں تر آنست که محبت شیخ خود به دل جای گیرد۔ از ان محبتِ شیخ محبتِ حق زود در دل جای گیرد۔ از ان محبتِ حق زود میسر میگردد ؎

چوں تو ذاتِ پیر خود کردی قبول ‏ ‏ هم خدایت اندر آمد هم رسولؐ

و فرمودند که پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند : کُلُّ نفسٍ تَحْشُرُ عَلٰی هَوَاهَا، فَمَنْ هوای الکفرة فهو مع الکفرة لا ینفعه اعماله ۔ این حدیث در بدور السافرہ فی علم الآخرة آورده است و چوں محبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و تابعاں او باشد، در آخرت بایشاں محشور گردد۔ بر زبانِ مبارک آوردند بتکرار می فرمودند :

ای خدای من مرا انجام کار ‏ ‏ زنده و مرده بعشقِ پیر دار

ومی فرمودند کہ دریں دولتِ عظمیٰ حق تعالیٰ بہ حسن حقی بہر دو دست دادہ است ۔ دریں اثنا عریضہ مولوی حسن عابد نامی بخدمت حضرت ایشاں آورد و در آں انجام رقوم بود :

آرزو دارد بایں ہمہ زھد وصلاح ۔۔۔ از دو چشمِ مست تو یک غمزہ عابد فریب

شہا تو کہربائی و حسنؔ کاہ ۔۔۔ تو جاذب و وی مجذوب گردا

توئی ایمان وجاں ای ماہ سیما، ۔۔۔ زحال خود بتو کردیم ایما

کفر کافر راو دین دیندار را ۔۔۔ ذرۂ عشقت دلِ عطار را

و دیگر از احوال بسیار نوشتہ بود و در حاشیہ بفقیر دعا نوشتہ این بیت رقم نمودہ بودند :

ای بہ بزم وصل حاضر غایباں را دستگیر، ۔۔۔ نا انکہ دست حاضراں از غایباں کوتاہ نیست

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ۔۔۔ بیاد آر محبانِ باد پیما را

و آنچہ از محفل بہشت آئین نوشتہ باشند ۔ بدست دارندہ البتہ عنایت فرمائند ۔ درباب شیخ حسن عنایت فرمودند و بفقیر فرمودند ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃِ کہ حق تعالیٰ کہ بعنایت پیر دستگیر از دولت عظمیٰ کہ حق تعالیٰ کہ شما را کامیاب فرمودہ تعلق نسبتہا را مرتفع نمودہ است ۔ نسبت محبت و دوستی میان ما و تو بوجود آوردہ ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ۔ عابد نام عرض کرد کہ جواب عریضہ مولوی حسن مرحمت شود ۔ دوات و قلم طلبیدند و نوشتند ۔

یَاحَسَنَ الْخَلْقِ وَیَاذُوالْجَلَالْ ۔۔۔ اَیَدَکَ اللّٰہُ بِفَیْضٍ لَا یَزَالْ

مستحسن ہشیاراں عالم محو و احسن سرمستاں وادی محو ۔ اَلَّذِیْ وَقَتَ عَلٰی سِرِّ التَّلْبِیَۃِ وَالتِّنَایَۃِ وَمِنَ الصَّدَاقَۃِ نِیَّۃ مَافِیْہِ کہ شایستہ صد ہزار و تحسین و ستائش است بدعای مشکل کشا معمای حقائق نمای مخصوص است منصوص آنکہ ذیل صداقت تحریر یافتہ بہ تحصیل آں سعی بلیغ نمائند و آنچہ بصورت دوری نماید، بتوجہ وجہیہ دور فرمائید ۔ والسلام ۔ و در حاشیہ خود نوشتند ۔ فرزند حقیقی نور بصر تحقیقی محمد باقر دعای دوستانہ می رساند ۔

برآں نامہ کز یار جانی بود   طرب نامہ زندگانی بود

والمأمول مبذول۔ حضرت ایشاں برخاستند و بخلوت تشریف فرمودند و ہمہ را
رخصت نمودند۔ الحمد للہ رب العالمین علیٰ ذالک۔ این ہشت محفل را مسمیٰ
بہشت محفل کردم۔ تمت ہٰذہ النسخہ شریف بتاریخ ۲۴ شوال ۱۰۸۸ھ۔ چوں این نسخہ شریفہ
در وقت متوجہ شدن جانب ہندوستان لقصہ تودہ بجہتہ اموریکہ حق تعالیٰ فیض یاب نماید
میسر شدہ بعضی ازاں مسودہ بخط گلشن امن و امانی و غنچہ بہجت فزایی و کامرانی گلدستہ باغ شادمانی
خواجہ عبد اللطیف طول اللہ لقا و عمرہ و بعض ازاں و املا و فقیر اضعف العباد تاج محمد
مرقوم است و بلطف بنہایت و عنایت بیغایت جگر گوشہ سید المرسلین سید محمد صالح
بہم رسیدہ شد۔



ملفوظاتِ شاہ ابوالمعالیؒ

ہشت محفل

(اُردو ترجمہ)

مُترجم:

ڈاکٹر ظہور الدین احمد

محفلِ اوّل

کسی نے حضرت غوث الثقلین رضؓ سے درخواست کی کہ ہمیں نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے کہا: "قرآن پڑھو۔ امر و نہی کا خیال رکھو۔ اگر تمہارے پاس فقیر یا مسافر آئے تو اسے ماحضر پیش کرو۔ غیر حاضری میں بھی اور سامنے بھی ہمیشہ سچ کہو۔ منافقت سے بچو۔ ہمیشہ باوضو رہو۔ جو میرا نائب ہے۔ اس کی تعظیم کرو۔ راضی برضا رہو۔"

اس کے بعد کوئی اور بات چل نکلی۔ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے یہ شعر پڑھا اور اسے دو تین مرتبہ دہرایا ؎

شاہ گیلانی کہ مردم را چو نورِ دیدہ است　　　من غلام وی کہ حق مارا بوی بخشیدہ است

(شاہ جیلانیؒ خلائق کے لیے آنکھوں کا نور ہے۔ میں اس کا غلام ہوں کہ خدا نے ہمیں اس کا غلام بنا دیا ہے)

اسی اثنار میں میرے بھائی محمد عارف خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے دل میں تین باتیں لے کر آئے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ اگر موقع ملے گا تو عرض کروں گا۔ پہلی بات یہ کہ حضرت میرے لیے تبرکاً ایک سجع تجویز فرمائیں تاکہ میں نگین میں کندہ کرواؤں۔ دوسری یہ کہ میں اپنے لیے کسی نصیحت کی درخواست کروں۔ تیسری یہ کہ گھر میں بیوی امید سے ہے۔ دریافت کروں کہ لڑکا ہوگا کہ لڑکی؟ شاہ صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ آج سحر کے وقت یہ شعر ہو گیا تھا!

ہست اسرارِ خدا را کاشف　　　طالبِ فیضِ محمد عارف

(طالبِ فیضِ محمد عارف اسرارِ خداوندی کا انکشاف چاہتا ہے)

اسی وقت میرے دل میں خیال گذرا کہ اگر حضور اس حقیر کے لیے بھی کوئی شعر کہیں تو کتنا

اچھا ہو۔ یہ خیال آتے ہی انھوں نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہارے لیے بھی ایک شعر کہا ہے ؎

بود معمور فیض لایزالی محمد باقر ابن بوالمعالی

(محمد باقر ابن ابوالمعالی فیضِ خداوندی سے معمور ہے۔)

پھر محمد عارف سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابھی "محمد کاشف" ظاہر ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص عارف کے گھر سے دوڑا ہوا آیا اور اس نے اطلاع دی کہ اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین کا وقتِ وصال قریب آ گیا ہے۔ سید عبدالوہاب نے کہا۔ حضور نصیحت فرمائیے۔ انھوں نے کہا:

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَى اللهِ وَكِلِ الْحَوَائِجَ اِلَى اللهِ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا عَلَيْهِ وَاطْلُبْهَا جَمِيْعًا مِنْهُ وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَيْرِ اللهِ اَلتَّوْحِيْدُ اَلتَّوْحِيْدُ اِجْمَاعُ الْكُلِّ۔

"یعنی خدائے بزرگ و برتر کے احکام بجا لاؤ۔ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ خدا کے بغیر کسی سے امید نہ لگاؤ۔ اپنی تمام حاجات کو اسی کے حوالے کرو۔ اللہ کے سوا کسی پر بھروسا نہ کرو۔ سب کچھ اسی سے مانگو۔ اسی کے سوا کسی اور کو سہارا نہ بناؤ۔ توحید پر کاربند رہو کہ اسی پر سب متفق ہیں"۔

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست آنچہ در اندیشہ ناید آں خداست

"جو کچھ تیرے تصور میں آتا ہے وہ فنا پذیر ہے۔ جو تیرے تصور میں نہیں آتا۔ وہ خدا ہے"۔

برادرم عارف اجازت لے کر چلے گئے۔

اس کے بعد کسی اور بات کا سلسلہ چل نکلا۔ انھوں نے کہا۔ حضرت غوث الثقلین نے ایک مرتبہ اپنے ارشادات میں یوں فرمایا:

نفسانی خواہشات کو دُور کرو۔ قوم کے پاؤں تلے کی زمین بن جاؤ اور ان کے سامنے خاک بن جاؤ۔ خُدائے بزرگ و برتر زندہ کو مردے سے باہر نکالتا ہے اور مُردے کو زندہ سے۔ مومن زندہ ہے اور کافر مُردہ۔ موحد زندہ ہے اور کافر مُردہ۔ میری مخلوق میں سب سے پہلے جو مَرا وہ ابلیس لعؑ تھا۔ یعنی اُس نے نافرمانی کی اور اس نافرمانی کی وجہ سے وہ مَر گیا۔

اسی اثنار میں ایک شخص چوتار پگڑی اور محمودی کپڑے کا ٹکڑا نیاز لایا۔ انہوں نے یہ پارچات مجھے عنایت فرمائے۔ شیخ جمال خیاط اس وقت موجود تھا۔ اسے فرمایا کہ محمد باقر کے لیے محمودی کا کرتہ اور چوتار کی شلوار بڑے طریقے سے کاٹنا۔ مجھے اپنے بیٹے سے بڑا پیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بھی اس کے دل میں محبت پیدا کی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ

پھر بڑی محبت سے فرمایا ؎

بر سریر سروری سلطان محمد باقر است　　جان و دل را دیدۂ دل را جان محمد باقر است

(محمد باقر سروری کے تخت پر متمکن ہے۔ وہ دل و جان کے لیے آنکھ اور دل کے لیے رُوح ہے)

میں کل رات خواب میں رسولِ اکرمؐ اور غوث الثقلینؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے کسی کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔ حضرت نے یہ سارا ماجرا مولوی سے بیان کیا۔ میں حیران رہ گیا۔ میں نے کہا۔ سبحان اللہ! میں نے جو کچھ دیکھا تھا، کسی سے بیان نہیں کیا۔ آپ نے ہُوبہو وہی بیان کیا ہے۔ انہوں نے رخِ مبارک میری طرف کر کے کہا ؎

معالی را مبیں چوں دُرد کشاں دگر ساقی　　کہ از جام تقید بادۂ اطلاق می نوشد

(اے ساقی تُو معالی کو دوسرے دردکشوں کی طرح نہ سمجھ۔ وہ تقید کے جام سے بادۂ اطلاق پیتا ہے)

درمانگر مشاھدۂ یار آں عزیز　　مراتِ صفات طلعت جانانہ ایم

"اِس پیارے محبوب کا جلوہ ہمارے اندر دیکھ۔ ہم اس کے رخِ انور

کی تجلیات کا آئینہ ہیں")

آنکہ واقف گشت برّ اسرارِ ہُو — سرِ مخلوقات چہ بود پیشِ اُو

(جو اسرارِ خداوندی سے آگاہ ہوا۔ اس کے سامنے مخلوقات کے اسرار کی کیا حقیقت ہے)

حضرت نے مولوی حسن کو آگرہ روانہ ہونے کی اجازت دی۔ مجھے کہا کہ میں عالم گنج تک اسے چھوڑ کر آؤں۔ اتنے میں ایک شخص نیاز لایا۔ وہ مولوی صاحب کو دے دی۔ شام کا وقت ہو گیا۔ فرمایا۔ حضرت غوث الثقلین روزہ افطار کرنے کی نیت اس طرح کیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا فَاِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے خدا میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے عطا کردہ رزق سے ہی افطار کرتا ہوں۔ تُو پاک ہے، تیرے لیے ہی سب تعریف ہے۔ اے خدا، ہمارا یہ روزہ قبول فرما۔ تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

پھر پانی سے روزہ کھولا۔

حاجی حسین حافظ اس وقت وہاں موجود تھے۔ یہ حضور کے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ وہ آگرہ جائیں۔ لیکن افلاس مانع تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ یاروں دوستوں سے کچھ رقم مل جائے گی تو کسی وقت حضور سے جانے کی اجازت مانگوں گا۔ میرے دل میں گزرا کہ میں اُن کے لیے درخواست کروں۔ میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ انہوں نے حاجی حسین حافظ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"بزرگوں نے فرمایا ہے۔ درویشی سراپا راحت ہے اور درویش دنیا کی آفتوں سے محفوظ ہے۔ درویش کے لیے وہ دن بہت سخت ہے، جب اسے فاقہ کرنا پڑے۔ لیس جس رات

اسے فاقہ ہوا۔ گویا وہ رات اس کے لیے معراج کی رات ہے۔ روایت ہے کہ شبِ معراج نبی کریمؐ کے سامنے جو کچھ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور فرمایا:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقیری میرے لیے فخر ہے)

اے دوست جو کچھ نمرود اور شداد اور فرعون کو دیتے ہیں تجھے نہیں دیتے۔ کیونکہ اس میں ایک بڑا راز ہے۔ غوث الثقلین نے رسولِ خداؐ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ دنیا و آخرت کی مثال مشرق و مغرب کی ہے۔ جتنا تم اس کے قریب جانا چاہتے ہو۔ اتنا ہی اس سے دور ہوتے جاتے ہو۔ بعد میں انہوں نے بڑے ذوق سے یہ رباعی پڑھی:

دنیا کہ سرائیست عجب بی سر و بُن حق خادم او ساختہ ابلیسِ کہن
خواہی کہ ورا دخل نباشد با تُو چیزیکہ مرا اوراست دخل مکُن

(دنیا عجب بے سر و پا سرائے ہے۔ خدا نے بوڑھے ابلیس کو اس کا خادم بنا دیا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے کاموں میں دخل انداز نہ ہو تو وہ کام نہ کر جس میں اس کا دخل کارفرما ہو)

پھر فرمایا: دنیا نے جس دل میں گھر بنا لیا۔ سمجھیے اس کا خانہ خراب ہوا۔ خراب مکان میں آپ جانا پسند نہیں کرتے تو یہ دلِ خانہ خراب، خدا کے لیے کیسے سزاوار ہو سکتا ہے دل تو ایک ہے۔ اگر یہ دنیا کی محبت سے بھر گیا تو پھر آخرت کے لیے اس میں کہاں سے جگہ آئے گی؟

ذرۂ دردِ خدا در دلِ تُرا بہتر از ہر دو جہاں حاصل تُرا

(تیرے دل میں خدا کا ذرہ بھر درد محبت دو جہانوں کے حاصل سے بہتر ہے)

حضرت غوث الثقلین نے فرمایا۔ اگر دنیا و آخرت کی سب نعمتیں فقیر کے سامنے لا کر رکھ دی جائیں تو وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا اور نہ انہیں اپنے راستے کا پتھر بناتا ہے اور یہی کہتا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ جو کچھ کُن کے کہنے سے وجود میں آیا ہے وہ لا کہنے

سے نفی ہو گیا اور اِلَّا اللّٰہ وجود میں آ گیا۔ فقیر ذکرِ حق میں اس طرح مشغول ہوتا ہے کہ نفس کی کوئی بات دخل انداز نہیں ہو سکتی ؎

این سرائیست کہ البتہ خلل خواہد یافت　　　　خرم آنقوم کہ در بند سرای دگراند

(یہ دُنیا وہ سرائے ہے کہ جس میں ضرور خلل آئے گا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو آخری سرائے کی فکر میں ہیں)

غربیؔ ہر چہ بجز دوست بود دور انداز　　　　مذہب اہلِ دلانست سبکسار رہیا

(غربیؔ، دوست کے بغیر ہر چیز کو دور پھینک دے۔ اہلِ دل کا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلکا رکھتے ہیں)

حاجی حسین حافظ روتے ہوئے حضرت کے پاؤں پر گر پڑے اور از سرِ نو تائب ہوئے۔ خُدا کی یاد میں ایک لمحہ گزارنا ملکِ سلیمان سے بہتر ہے۔



محفلِ دوم

میں ماہ مذکور کی ساتویں تاریخ کو حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا۔ اَلفَقرُ سَوَادالوجہ فِی الدَّارین کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا علمائے ظاہری فقر کو اضطراری سمجھتے ہیں اور صوفیہ اس کو اختیاری۔ حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے۔ کمال فقر یہ ہے کہ مرتبہ فنا حاصل ہو۔ دنیا و مافیہا اس مقام کا ادراک نہیں کر سکتے۔ خدائے متعال فقیر کو اپنے نور کی چادر سے ڈھانپ لیتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بڑے دقیق حقائق بیان کیے اور یہ اشعار پڑھے۔

براہِ فقر و فنا تا زسر قدم دارم — نہ در وجود نشانی نہ در عدم دارم

(جب سے میں نے فقر و فنا کی راہ میں سر کو قدم بنایا ہے۔ وجود عدم میں میرا نشان نہیں ملتا)

زعین ثابتہ خود چہ جای دم زدن است — کہ ہر چہ دارم ازاں نازنین صنم دارم

(عین ثابتہ کے متعلق گفتگو کرنے کا کیا مقام ہے کہ جو کچھ میں رکھتا ہوں وہ اسی نازنین محبوب کی بدولت ہے)

رسیدہ ام چو معالی غنای مطلق را — براہِ فقر و فنا تا ز سر قدم دارم

(جب سے میں نے فقر و فنا کی راہ میں سر پیش کیا ہے۔ میں نے معالی کی طرح غنائے مطلق حاصل کر لیا ہے)

برنگی شو کہ رنگی بر نتابد — سواد الوجہ فی الدارین اینست

(ایسا رنگ اختیار کر کہ پھر اس پر اور کوئی رنگ نہ چڑھ سکے۔ صحیح معنوں میں سواد الوجہ فی الدارین یہی ہے)

یعنی دونوں جہانوں میں چہرے کی سیاہی کا یہی مطلب ہے۔
بعد میں یہ بابرکت اشعار اپنی زبان مبارک سے ادا کیے :

ممکن زتنگنای عدم ناکشیدہ رخت
واجب بجلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام

(ممکن نے تنگنائے عدم سے ابھی سامانِ سفر نہیں باندھا تھا اور واجب نے جلوہ گاہ ظہور میں قدم نہیں رکھا تھا)

در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش غریب چیست
برلوحِ صورت آمدہ منظورِ خاص و عام

(میں حیران ہوں کہ یہ عجیب و غریب نقوش خاص و عام کے سامنے کیسے جلوہ گر ہو گئے)

بادہ نہاں و جام نہاں آمدہ پدید
در جامِ عکس بادہ و در بادہ عکس جام

(شراب مخفی ہے اور جام بھی مخفی ہے۔ لیکن جام میں شراب کا عکس اور شراب میں جام کا عکس نمودار ہو گیا ہے)

جامی معاد و مبدای ما وحدت است و بس
ما در میان کثرتِ موہوم والسلام

(جامی وحدت ہمارا مبدا و معاد ہے ہم اس کثرتِ موہوم کے درمیان گرفتار ہیں اور بس)

حضرت اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب دوستوں کو رخصت کیا اور فرمایا : اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اسی وقت میرے دِل میں یہ خیال گزرا کہ "سلام قبل کلام" مشہور ہے اور حضرت نے "سلام آخر کلام" فرمایا۔ ابھی یہ بات میرے دل میں ہی تھی کہ انہوں نے کہا۔ حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے کہ رخصت ہوتے ہوئے بھی سلام کہنا چاہیے۔ اِس میں کچھ فرق نہیں پڑتا کہ سلام اُلف لام کے ساتھ کہا جائے یا اُلف لام کے بغیر۔ سوار پیادے کو اور بیٹھا ہوا چلنے والے کو سلام کہے۔ مرد عورت کو سلام نہ کہے۔ یہ مستحب ہے کہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کو سلام کہیں۔ یہ بھی مستحب ہے کہ مرد بہو کو سلام کہے۔ اسی اثنا میں میں نے پوچھا۔ روزہ دار کو مسواک کرنی چاہیے یا نہیں۔ فرمایا۔ مسواک کرے لیکن زیادہ نہ کرے۔ یہ فقہای رائے ہے۔ لیکن حضرت غوث الثقلین نے غنیۃ الطالبین میں یوں فرمایا ہے۔ زوال

کے بعد روزہ دار مسواک کرنے سے اجتناب کرے۔ بعد ازاں میں نے دریافت کیا۔ اعتکاف مسجد میں بہتر ہے یا جنگل میں۔ انہوں نے کہا۔ حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے اعتکاف اس مسجد میں مستحب ہے جس میں نماز با جماعت ادا ہوتی ہو۔ اعتکاف میں تسبیح و تہلیل، تلاوتِ قرآن، درود، کلمہ طیب کا ذکر ہوتا ہے"۔ شام کا وقت ہو گیا۔ مطلع ابر آلود تھا۔ فرمایا۔ ابر آلود دن کے سوا افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے۔



محفلِ سوم

ماہ مذکورہ کی دسویں تاریخ۔ میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص آیا۔ بظاہر صالح و متقی نظر آتا تھا۔ حضرت اس کے لیے نہ کھڑے ہوئے نہ تعظیم بجالائے۔ حالانکہ حضور اکثر علما و صلحا کا بڑا احترام کیا کرتے ہیں۔ میرے دل میں گذرا۔ یارب اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ حضرت نے فوراً کہا۔ جناب غوث الثقلین نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے۔ عاصی و فاجر کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور امام، والدین، دیندار، متقی اور بزرگ اشخاص کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ آخر ظاہر ہوا کہ وہ شخص فاسق و فاجر تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے کہا بعض احباب نے لکھا ہے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سعدیؒ حضرت غوث الثقلینؒ کی وفات کے ۸۱ سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ درست ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ شیخ سعدیؒ، عبدالقادر ثانی پسر حضرت شاہ عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلینؒ کے مرید تھے۔ شیخ عبدالقادر ثانیؒ صورت و سیرت میں اپنے دادا سے مشابہ تھے۔ بعض اہل باطن نے شیخ سعدیؒ کی روح سے یہ خبر پاکر بتایا ہے کہ عبدالقادر کے نام سے بعض اصحاب کو اشتباہ ہوا ہے۔

اسی اثنا میں حاجی عبداللہ سیاح نیاز لے کر خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ حضورؒ کو معلوم ہے کہ میں نے مکہ معظمہ کا سفر جہاز میں کیا تھا۔ سمندر میں جہاز ٹوٹ گیا اور میں ایک تختے پر رہ گیا۔ حادثہ کی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری تھا۔ میں جن بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ان کو یاد کر کے ان سے مدد مانگتا تھا اور کہتا تھا۔ یا اللہ! رسولِ خدا کے طفیل اس وقت جس شخص کو تو نے غوثِ جہاں بنایا ہے۔ اسے ہماری مدد کے لیے بھیج۔ اس نا امیدی کے عالم میں ایک شخص نمودار ہوا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ساحل پر لے گیا۔ اس نے مجھے

ایک ڈبیا دی۔ اس میں بیس کھجوریں تھیں۔ میں نے پوچھا۔ حضرت! آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ انھوں نے کہا۔ ابوالمعالی! حضرت نے فرمایا۔ تو بھول گیا ہے۔ تم تو مجھ سے حسین گھر میں ملے تھے اور تم نے یہ شعر پڑھا تھا ؎

زمین عشق بجو زین صلح کل کردم ۔۔۔ تو خصم گرد زما دوستی تماشا کن

(میں نے عشق کی برکت سے دونوں جہانوں کے ساتھ صلح کر لی۔ تو دشمن بن اور پھر ہم سے دوستی کا نظارہ کر)

اور میں ابھی تک اس شعر سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: اے عبداللہ اس کے بعد یہ راز کی بات کسی سے نہ کہنا۔

چو سعدی عشق پنہاں دار لذت گیر و آسائش

کہ تنہا ملک میراند چو معشوق نہاں دارد

(سعدی کی طرح چھپے چھپے عشق کر اور راحت و لذت حاصل کر کیونکہ وہ چھپے چوری ایک معشوق رکھتا ہے۔ اس لیے اکیلا ہی ملک پر حکمران ہے)

حاجی عبداللہ نے کہا۔ اس گرداب بلا سے نجات پاتے ہی میں نے عزم کیا تھا کہ آپ سے درخواست کروں گا کہ حضور مجھے مرید کر لیں اور تلقین فرمائیں۔

حضور نے اسے مرید کر لیا اور فرمایا:

ترا این پند بہ از ہر دو عالم ۔۔۔ کہ بی یاد خدا ناید بروں دم

(تیرے لیے دونوں جہانوں سے بہتر یہ نصیحت ہے کہ یادِ خدا کے بغیر تیرا دم باہر نہ نکلے)

حضور نے فرمایا۔ حضرت غوث الثقلین کہا کرتے تھے کہ ایک مرید کے لیے مناسب نہیں کہ پیر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے پیر کی طرف رجوع کرے اور اس کی ملاقات کے لیے جائے۔ خاص طور پر حضرت غوث الثقلین کے مریدوں کے لیے یہ لازم ہے۔

پھر یہ شعر پڑھا :

ای خدای من، مرا انجام کار زندہ و مردہ بعشق پیر دار

(اے خدا آخر کار مجھے پیر کے عشق میں زندہ رکھ یا موت دے)

اور نصیحت فرمائی : اس سلسلۂ عظمیٰ میں تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے :

(۱) فرائض کو ادا کرو۔

(۲) ظلم سے بچو۔

(۳) خدا کے سوا کسی سے دل نہ لگاؤ۔

مرید وہ ہے جو پیر کے حکم پر جان قربان کرے۔ الارادۃ ترک الارادۃ۔ ارادت یہ ہے کہ اپنا ارادہ ترک کر دے۔ اپنی خواہشات کو اس طرح ترک کر دے جیسے سانپ اپنی کینچلی چھوڑ دیتا ہے یا مردہ غسال کے تصرف میں ہوتا ہے۔ اگر پیر کے متعلق اس کے دل میں ذرہ بھر اعتراض ہو یا چون وچرا کی گنجائش ہو تو سمجھو کہ مرید خود پرست ہے۔ پیر پرست نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرید پیر پرست ہو تو خدا پرست بن سکتا ہے۔ مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہ (جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی) کا بھی یہی مفہوم ہے۔ رسولِ خدا کے اس فرمان میں بھی یہی اشارہ ہے :

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (میرے اصحاب تاروں کی مانند ہیں، تم نے جس کی بھی پیروی کی تم نے ہدایت پائی) روایت ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کچھ فرما رہے تھے اور میں نے کہہ دیا "کیوں"۔ پیر نے فوراً اس سے منہ پھیر لیا اور کہا۔ اگر بیداری میں تمہارے دل میں "کیوں" کہنے کی گنجائش نہ ہوتی تو تم خواب میں کبھی "کیوں" نہ کہتے۔ جاؤ! نئے سرے سے کام شروع کرو۔ اولیاء اللہ کی محبت کوئی معمولی دولت نہیں ہے اور ہر دل اس نعمتِ عظمیٰ کے لائق نہیں ہوتا۔ سنو! سرورِ دوجہاں فرماتے ہیں :

"اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور روزِ حشر مجھے مساکین کے ساتھ اُٹھا"۔

یہ مسکنت رب کے سامنے تسلیم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ؎

غربتی تا میتوانی روز و شب   از خُدا جز عشق پیر خود مخواہ

(اے غربتی رات دن خُدا سے عشقِ پیر کے سوا اور کوئی دعا نہ مانگ)

اسی اثنار میں اِس خاکسار کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا حضرت غوث الثقلین کا ارشاد ہے۔ سفید بال چُننا مکروہ ہے اور ناخن کاٹنا مستحب ہے۔ روز جمعہ ناخن کاٹنے چاہئیں۔ پہلے دائیں ہاتھ سے شروع کرے۔ پہلے چھنگلی، پھر وسطی، پھر انگوٹھا، پھر بعد میں چھنگلی کے ساتھ والی اور آخر میں شہادت والی انگلی کے ناخن کاٹے۔ ناخن کاٹنے کے بعد انگلیوں کے پوروں کو دھونا اور کٹے ہوئے ناخنوں کو زمین میں دفن کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح سَر اور جسم کے بالوں اور فصد و حجامت کے خون کو دفن کرنا مستحب ہے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور سیاح کو ایک گوشے میں لے جا کر طریقِ قادریہ کے مطابق کلمہ طیبہ کے ذکر کی تلقین فرمائی اور کہا تین چِلّے پورے کرو۔ فقرائے حضرت قادریہ پڑھتے وقت حاضر ہوں گے۔ اسے اجازت دی کہ وہ دامنِ کوہ میں جا کر ذکر میں مشغول ہو جائے۔ میں کچھ عرصہ کے لیے اس سیاح کے پاس بیٹھا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کیں۔ اس نے بتایا کہ میرے دِل میں آیا تھا کہ میں سفید بال چُننے کے متعلق حضرت سے سوال کروں گا۔ ابھی یہ بات میرے دِل میں آئی تھی کہ حضور نے خود ہی مسئلہ پہ روشنی ڈالی۔ یہ بھی میرے دِل میں تھا کہ اگر مجھے جانے کے لیے کہیں گے تو میں نہ جاؤں گا اور پوچھوں گا کہ کیوں جاؤں۔ آخر جو میں چاہتا تھا۔ وہ میں نے پالیا۔



محفلِ چہارم

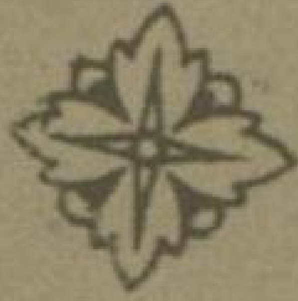
۱۷ ماہ رمضان المبارک: حضرت اندر خلوت میں تھے اور میں دوستوں کے ہمراہ باہر منتظر تھا۔ اچانک حضور باہر تشریف لے آئے۔ ان کی بغل میں کچھ کاغذات تھے۔ میرے دل میں خیال گذرا۔ اس سے پہلے بہت کم اتفاق ہوا ہے کہ حضرت بغل میں کاغذات دبا کر تشریف لائے ہوں۔ اسی اثنار میں ایک شخص آیا اور اس نے قادریہ سلسلہ میں بیعت کے لیے درخواست کی۔ حضرت نے بغل سے کاغذات نکالے اور اسی سلسلہ کی راہ و رسم کے مطابق تعلیم دی اور اسے مرید بنالیا اور فرمایا۔ تم پر یہ فرض ہے۔ سچ بولو۔ حلال کھاؤ اور ہر حالت میں اخلاص سے کام لو۔ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے۔ دل کی اصلاح تقویٰ، توکل، توحید اور اخلاص سے ہوتی ہے اور اس کی خرابی ان چیزوں کے نہ ہونے سے ہوتی ہے۔ بعد میں حضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور دوستوں کو رخصت کیا اور خود باغیچہ میں ٹہلنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ وہ پنجاب کا رہنے والا تھا اس نے بہت سیر و سیاحت کی تھی۔ جس طرح سفر سے پہلے اس میں بری عادتیں تھیں اسی طرح سفر کے بعد بھی وہ بری عادتوں میں مبتلا رہا۔ اسے اپنے سفر و سیاحت پر بڑا ناز تھا۔ وہ آگے بڑھ کر آداب بجالایا۔ حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ حضرت غوث الثقلین نے سفر کے متعلق فرمایا ہے۔ مومن کا سفر برے خصائل سے نیک خصائل کی طرف ہے۔ خواہ وطن میں ہو یا وطن سے باہر۔ اس شخص نے کہا کہ اب بھی میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کل رات میں مخدوم پیر علی ہجویریؒ کے مزار پر گیا۔ مزار پر بوسہ دیا اور فاتحہ پڑھی۔ میں وہیں مزار پر سر رکھ کر سو گیا لیکن میں نے اپنی دعا کے متعلق خواب میں کچھ نہ دیکھا۔ حضرت نے کہا۔ غوث الثقلین نے فرمایا ہے۔ قبروں کی زیارت کرو۔ لیکن بوسہ نہ دو اور نہ قبر سے ٹیک لگاؤ۔ کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے۔ صرف فاتحہ پڑھو اور وہ اس طریق پر۔ پہلے سورۃ فاتحہ بعد میں سورۃ اخلاص گیارہ بار۔ پھر قرآن سے جو کچھ یاد ہو پڑھو۔ اگر سورۃ یٰسین پڑھو تو بہتر ہے۔ اس کا ثواب صاحبِ قبر کو

بخشو۔ جب تک کوئی صاحبِ تصرف و مقام توجّہ نہ کرے اور حکم نہ دے۔ دعا کا نتیجہ نمودار نہیں ہوتا۔ حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے۔ ربّ العزت کی بارگاہ میں دعا مانگ کر مایوس نہ ہو۔ قبولیّت دعا کے لیے انتظار کرو۔ پھر اس سیّاح سے مخاطب ہو کر کہا: تو نے شریعتِ نبوی پر عمل نہیں کیا۔ اس لیے تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ پھر زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا:

حسن دعای تو گر مستجاب نیست مرنج　　　زبانِ تو دیگر و دل دگر دعا چہ کند

(حسن اگر تیری دعا قبول نہیں ہوتی تو رنجیدہ نہ ہو۔ تمہاری زبان اور تمہارا دِل ایک نہیں۔ اس لیے دعا کیسے قبول ہو!)

سیّاح کا نام حسن خاں تھا۔



محفلِ پنجم

۱۹ ار ماہِ مذکور۔ میں شرفیاب ہو کر خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت نے اس خاکسار کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ جو شخص اپنی عقل سے دھوکا کھاتا ہے۔ وہ نفسانی اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے شریعت کی اطاعت سے روگرداں ہو جاتا ہے۔ جو اپنی ناقص عقل پر مغرور ہوتا ہے۔ وہ سعادت سے محروم ہوتا ہے۔ عقل خدائی کاموں میں عاجز ہے۔ عقل کا دارومدار قیاس پر ہے اور خدا قیاس سے سمجھ میں نہیں آتا۔ خدا کی حیثیت قانون پر ہے کہ قیاس پر۔ مخلوق کی عقل عاجز ہے۔ عقل اس لیے پیدا کی گئی ہے تاکہ ہم جانیں کہ خدا اور انبیاء کی اطاعت و پیروی کیسے کرنی چاہیے۔ پھر فرمایا اللہ نے عقل کو ایک صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر اس سے کہا۔ آگے آ۔ وہ آئی۔ پھر کہا۔ پیچھے جا۔ وہ چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم۔ میں نے کائنات میں تجھ سے افضل کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ تجھی کو دیتا ہوں، تجھی سے لیتا ہوں اور تجھی سے حساب لیتا ہوں اور تجھی سے عذاب لیتا ہوں۔ اس بات کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے بندوں میں دو چیزیں پیدا کی ہیں یعنی امر و نہی اور ان دونوں کا انحصار عقل پر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَاتَّقُوا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ (اے عقل والو اللہ سے ڈرو) اسی اثناء میں ایک شخص آیا۔ وہ اس نظریے کے خلاف باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا: جو بات عقل کے نقطۂ نظر سے صحیح نظر آئے۔ اس پر عمل کرنا چاہیے۔ پیغمبرؐ اور مشائخ کی پیروی کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا کا فرمان ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حاکموں کی اطاعت کرو۔ اہلِ ذکر سے پوچھو۔ اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص مجتہد نہیں ہے۔ اسے یقیناً مجتہد کی پیروی کرنی چاہیے۔ وگرنہ وہ قصوروار ہوگا۔ اگر تمام حاکموں کا انحصار عقل پر ہوتا تو بو علی سینا نبی ہوتا اور انبیاء کا بھیجنا بے فائدہ ہوتا۔ وہ

کتنا نادان ہے جو پیغمبر کی اطاعت سے منحرف ہو کر اپنی ناقص عقل پر اعتماد کرتا ہے معتبر کتابوں میں مرقوم ہے۔ (جس کا کوئی مرشد نہ ہو۔ اس کا مرشد ابلیس ہے) مَنْ لَیْسَ لَہٗ شَیْخٌ فَشَیْخُہٗ اِبْلِیْسُ۔ حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے۔ نبیؐ کی اطاعت کرو سلف صالحین کے طریق کے مطابق اور بدعت نہ کرو عقل ناقص کی ترغیب پر۔ صحیح توبہ کے بعد پہلا قدم اعمالِ نبی اکرمؐ پر استقامت ہے۔ دوسرا قدم احوالِ پیغمبرؐ پر استقامت ہے۔ تیسرا قدم احوال کی دریافت ہے اور یہ روح کی صفت ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

سخن آنجا کہ از خدادانی است　　　لاف دانش دلیلِ نادانی است

(اصل بات تو خدادانی کی ہے۔ اپنی دانائی کی ڈھینگیں مارنا نادانی کی دلیل ہے)

یہ باتیں سن کر وہ شخص سعادت ازلی کے طفیل حضرت کے سامنے تائب ہوا۔ اسی اثنا میں ایک اور شخص آیا۔ اس نے کہا۔ حضور! میں بہت پریشان و مضطرب ہوں۔ اللہ تعالے اپنے فضل و کرم سے میری حاجت بر لائے۔ حضرت نے کہا۔ حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے۔ ہر شخص اپنی حاجت کے لیے صلوٰۃ الحاجات پڑھے۔ اسی ترتیب سے نیا وضو کرے۔ اللہ کے لیے دو رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک مرتبہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک پڑھے۔ سلام کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ یَا مُؤْنِسُ کُلِّ وَحِیْدٍ، یَا صَاحِبَ کُلِّ فَرِیْدٍ وَیَا قَرِیْبًا غَیْرَ بَعِیْدٍ وَیَا شَاھِدًا غَیْرَ غَائِبٍ وَیَا غَالِبًا غَیْرَ مَغْلُوْبٍ۔ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الَّذِیْ عَنَتْ الْوُجُوْہُ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ لَہُ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَنْ تَجْعَلَ اِلَیَّ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّتَقْضِیْ حَاجَتِیْ (اے اللہ! تو ہر ایک کا مونس ہے۔ تو ہر تنہا کا ساتھی ہے تو قریب ہے۔ دور نہیں، تو حاضر ہے غائب نہیں، تو غالب ہے مغلوب نہیں ہیں تیرا

نام لے کر تجھ سے استدعا کرتا ہوں (اللہ وہ ہے جو رحمن و رحیم ہے جسے اونگھ آتی ہے نہ نیند) اے خدا! تیرے نام کے ساتھ تجھ سے دعا مانگتا ہوں (وہ اللہ جو رحمن و رحیم ہے حیّ و قیوم ہے جس کے سامنے چہرے ڈھیلے پڑتے ہیں۔ آوازیں کمزور ہو جاتی ہیں اور دل سہم جاتے ہیں) محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر برکت نازل کر۔ میرے کام میں کشادگی پیدا کر۔ مصیبت سے رہائی عطا کر اور میری حاجت پوری کر) اس کے بعد ایک ہزار ایک مرتبہ یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا مُدَبِّرَ الْاُمُوْرِ، بَلِّغْ عَنِّیْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا پڑھے۔ زمین پر سو جائے اور بار بار صلوات الحاجات پڑھے۔ خدائے پاک و برتر اس کی حاجت پوری کرے گا۔ پھر فرمایا حضرت غوث الثقلین نے فرمایا ہے کہ جب بندہ مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ پہلے اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے خود کوشش کرتا ہے۔ جب تکلیف دور نہیں ہوتی تو اسے دور کرنے کے لیے مخلوقِ خدا سے مدد لیتا ہے۔ جب وہاں سے مشکل حل نہیں ہوتی تو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور غیر حق سے منہ موڑتا ہے اور حق کی بارگاہ میں گریہ زاری کرتا ہے جب پھر بھی مصیبت دور نہیں ہوتی تو خلق کی طرف رجوع کرتا ہے اور کسی مسبب کی تلاش کرتا ہے لیکن کامیاب نہیں ہوتا۔ آخر درگاہِ خداوندی میں عجز و نیاز سے سر رکھ دیتا ہے اور غیر حق سے بالکل کٹ جاتا ہے۔ وہ ہر فعل کو حق کا فعل جانتا ہے اور موحد کی طرح یقین کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں۔ اس کے بعد اس کے دل سے خدشات دور ہو جاتے ہیں۔ دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی ؎

اندریں دائرہ دیار یکیست انہ النافع و الضار یکیست

(اس کائنات میں وہی قائم و دائم ہے اور وہی نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا ہے)

حق تعالیٰ بعض سعادت مندوں کو اسی طریق پر چلاتا ہے اور ان کی حاجت روائی کرتا ہے

محفلِ ششم

۲۰ر ماہ رمضان المبارک۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا رفع حاجات کے لیے حضرت غوث الثقلین سے کیسی طرح توسّل پیدا کرنا چاہیئے۔ فرمایا دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ قُلْ یَآاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن گیارہ بار پڑھے۔ سلام کے بعد پیغمبرؐ پر گیارہ بار درود بھیجے۔ قلب کی طرف رُخ کر کے گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر گیارہ بار حضورِ قلب سے کہے۔ یَاشیخ عبدالقادرؒ جیلانی شَیْئًا لِلّٰہ اور اپنی حاجت بیان کرے اور حضرت کی نیاز قبول کرے۔ پھر بیٹھ جائے۔ ایک ہزار ایک بار شرائط کے ساتھ اسم اعظم پڑھے۔ گیارہ دن یا رات تک یہ وظیفہ جاری رکھے۔ اگرچہ گیارہ دنوں سے پہلے ہی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ پھر بھی گیارہ روز کی زیادہ سے زیادہ حد ہے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا۔ مجھے بھی ایک سخت مشکل درپیش ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس پر عمل کروں۔ خیال آتے ہی فرمایا۔ ہم نے اجازت دے دی ہے۔ آداب و شرائط کے مطابق میں نے اس رات اس پر عمل کیا۔ خدائے پاک و بزرگ نے اپنے فضل و کرم سے میری حاجت پوری کر دی۔ اس رات میں نے خواب میں دیکھا۔ ہم ایک جگہ کھڑے ہیں۔ بہت سے بزرگ وہاں بیٹھے ہیں۔ ایک شخص نظر آیا۔ جس کی شکل جناب حضور سے ملتی جلتی تھی۔ سب بزرگ اس کی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے وہ بزرگ سب کو چھوڑ کر آگے چل دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ ایک گھنا جنگل ہے۔ جس میں وہ داخل ہو گئے۔ یہ خاکسار بھی قدم بہ قدم اُن کے پیچھے چلتا گیا۔ اچانک ایک نُورانی مکان ظاہر ہوا۔ وہ بزرگ اس کے اندر گئے اور مراقبہ کے طریق پر یادِ حق میں کھو گئے۔ مجھ پر خوف طاری ہوا کہ اب مجھ پر کیا گزرے گی اور میں کیسے واپس جاؤں گا۔ اسی اثنار میں وہ مراقبے سے فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے۔ اس خاکسار کو بغل میں لیا اور فرمایا مت ڈرو۔ بڑی شفقت سے پیش آئے

اور فرمایا :

آنچہ ما زان جان جانہا دیدہ و دانستہ ایم
بہر گفتن نیست بہر دیدن و دانستن است

(ہم نے جو اس جانِ جاناں کے متعلق دیکھا اور جانا ہے۔ وہ بیان کرنے کے لیے نہیں، صرف دیکھنے اور جاننے کے لیے ہے)

انھوں نے فرمایا۔ تُو نے مجاز کو پڑھا ہے، حقیقت کو پڑھو۔ میں نے عرض کیا، حقیقت کا طریقہ بتلایئے تاکہ اِس طرح پڑھوں۔ انھوں نے فرمایا۔ اس کو ابو المعالی سے سیکھو جب میں نیند سے بیدار ہوا۔ اپنی مشکل کو میں نے اسی وقت حل ہوا پایا۔ صبح کے وقت میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی تعظیم سجا لائے۔ فرمایا۔ رات حضرت غوث الثقلین نے تم پر بڑی شفقت کی۔ میں نے عرض کیا :

من کہ باشم کہ بر آں خاطرِ عاطر گذرم
لطفہا میکنی ای خاک درت تاجِ سرم

(میں کون ہوں جو تیرے عالی مرتبت دِل میں جگہ پاؤں۔ تو ہی اپنی عنایت کرتا ہے۔ تیرے آستانے کی خاک میرے سَر کا تاج ہے)

میں نے اپنی حاجت بیان کی۔ انھوں نے فرمایا۔ حقیقت اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ دو چیزیں میسّر آجائیں۔ پہلی خلق سے فنا، دوسری ہوا و ہوس سے فنا۔ فنائے خلق سے مراد لوگوں سے دُوری اور ان چیزوں سے ناامیدی جو اُن کے اختیار میں ہیں اور فنائے ہوس سے مراد ہر قسم کے نفع حاصل کرنے سے تعلق توڑنا ہے۔ بعد میں مجھے اسمِ اعظم پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔ حصولِ مدعا کے لیے مزید وہ حقائق بیان کیے جن کا جاننا ضروری تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے کہا۔ میں مدتوں سے اس شریر نفس کی وجہ سے شیطانی ہوا و ہوس میں مبتلا تھا۔ کل جامع مسجد

کے راستے میں مَیں نے حضور کا پُر نور چہرہ دیکھا۔ تب سے میرا دل نفسانی لذتوں سے بیزار ہو گیا۔ اور میں اپنے کیے پر پشیمان ہوا ہوں۔ اب میں خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ توبہ کروں جس طرح آپ حکم دیں گے۔ اس پر انشاء اللہ عمل پیرا ہوں گا۔ اس نے دوبارہ توبہ کی۔ حضور نے فرمایا حضرت غوث الثقلین کا ارشاد ہے کوشش کر تو مظلوم ستم دیدہ ہے نہ کہ ظالم۔ نیک نیت کے بغیر تو نہ کوئی لقمہ کھائے نہ کوئی قدم اٹھائے اور نہ کوئی کام کرے۔ پھر فرمایا:

بھوک، خاموشی، خلوت اور تقویٰ سے مراد ترک گناہ ہے اور مراقبہ سے مراد اعضاء کی حفاظت ہے۔ دائم ذکر کے پابند رہو تا کہ وہ بے اختیار جاری رہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ عامل زیرِ ناف سے لمبی سانس لے اور لَآ اِلٰـهَ شروع کرے۔ ماسوائے اللہ کے نفی کرے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود، مقصود و موجود نہ جانے۔ سانس دائیں کندھے تک لے جائے اس کا مطلب یہ کہ اس نے غیر حق کو دل سے نکال دیا اور پسِ پشت پھینک دیا پھر سانس لے اور اِلَّا اللّٰہُ سے دل پر سخت ضرب لگائے۔ منتہائے مقصود حاصل کرنے کے لیے وہ سمجھے اور غور کرے کہ خدائے واجب الوجود میرا مقصود و معبود ہے۔ دل میں اس کا خیال اس قدر راسخ کرے کہ جس وقت دل میں نگاہ کرے۔ اسے حاضر پائے۔ یعنی اسے حق کی یاد میں مشغول پائے۔ پھر فرمایا۔ آدمی کی طلب بچے سے کمتر تو نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ کسی چیز کو مانگتا ہوا سو جاتا ہے تو جاگتے ہی پھر وہی چیز مانگتا ہے۔ طالب کے لیے خواب میں اور بیداری میں محبوب کا خیال دل سے دور نہیں ہونا چاہیے۔

نہ پنداری کہ مہرت از دلِ عاشق رود ہرگز

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

(کیا تو خیال کرتا ہے کہ عاشق کے دل سے تیری محبت نکل جاتی ہے نہیں! وہ مرتا ہے تو اسی کے عشق میں، جیتا ہے تو اسی کے عشق میں)

محفلِ ہفتم

۲۳ ماہ رمضان المبارک۔ میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص ملک عرب سے آیا بڑے جوش و خلوص سے ملا۔ میرے دل میں گزرا میں نے اس شخص کو پہلے کبھی نہیں دیکھا اس کی اس خصوصی ملاقات سے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ جناب آپ یہاں کب تشریف لائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ خاموش رہو۔ اس سے کہا۔ تو اپنا مدعا بیان کر۔ اس نے عرض کیا حضور جانتے ہیں کہ میں اس ملک میں اجنبی ہوں اور نیا نیا آیا ہوں بعض مجھے تکلیف دیتے ہیں بعض مجھ سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ میرے دل میں محبت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔ میں دعائے سیفی پر عامل ہوں۔ جو شخص مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ عنایتِ خداوندی سے میں اسے دور کر سکتا ہوں اور جو شخص مجھ پر مہربانی کرتا ہے۔ اللہ کے فضل سے میں اس کی ترقی و تحصیلِ تمنا کے لیے کوشش کر سکتا ہوں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ حقیقت سے آشنا ہو جاؤں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ صاحبِ ولایت سے یہ بات سمجھوں تو بہتر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس موضوع پر غوث الثقلین کے ارشادات کا اس طرح ترجمہ کر دیا ہے۔ اگر تجھے تسلیم کا مرتبہ حاصل ہو تو سب کچھ خدا کے حوالے کر دے اور اس کے حضور اپنے آپ کو فراموش کر دے۔ اگر تو اپنے آپ کو فراموش کر دے۔ اگر تو اپنے آپ کو بالکل گم کر دے تو درحقیقت تیرا یہی کمال ہے اور بس۔ غوث الثقلین کے ارشادات یہ ہیں :

گر فتد در دلِ تو بغضی کسی — عرض کن فعلش بشرعِ حق بسی
گر یقین دانی کی مبغوض خداست — نیست با شرعِ رسول راست راست
مرحبا اھلاً و سھلاً با قبول، — متفق گشتی بحق ہم با رسول
در بود فعلش ہمہ مقبولِ حق — تو ز بغضش می نمای جامہ شق

الحق ای باطل ماسوائی بوده ای / یا ز مرداں خدای بوده ای،
تو بہ کن از بغض میخواہ از خدا / دوستی او بجمع با صفا
باز گرد ای بیحیا زیں رہروی / دشمن او عاصی حق می شوی
تا موافق با خدا باشی مدام / رحمتی جاوید یابی والسلام
فعل وحال وقیل وقال و ہمتش / زن بمعیار کتاب وسنتش
ہمچنیں حب کسی یابی بدل / شو خدا را از ہوای خود گسل
گر بود محبوب محبوبش بدار / ور بود مبغوض مبغوضش شمار
تا نباشد حب وبغضش از ہوا / باشد از بہر خدای و مصطفیٰ
شو موافق با خدای یا ہوا / شو مخالف با ہوای با خدا
زانکہ ماموری بایں ای مرد راہ / ہمچنیں رو ورنہ می افتی بچاہ
الہوی را تتبع یا رہی بخواہ / قد یضلک عن سبیل اللہ بدلہ

(اگر تیرے دل میں کسی کے خلاف نفرت پیدا ہو تو اس کے فعل کو شریعت حقہ کے سامنے پیش کر) اگر تو جانتا ہے کہ خدا کا بھی اس پر غضب ہے تو ہو سکتا ہے کہ تمہارے خیال میں ایسا ہو اور شریعت کی رُو سے ایسا نہ ہو۔ شاباش و آفرین تجھ پر تم نے دل و جان سے خدا اور رسول ؐ کی اطاعت کی۔ اگر اس کا فعل خدا کے ہاں مقبول ہے تو تُو خواہ مخواہ بغض کی وجہ سے اپنے کپڑے پھاڑ رہا ہے۔ حق یہ ہے کہ یا تو باطل کا داعی ہے یا مردانِ حق میں سے ہے۔ بغض سے توبہ کر اور خلوصِ دل سے اس کی دوستی کی آرزو کر۔ اے بے حیا تو اس حرکت سے باز آ۔ اس کا دشمن خدا کا نافرمان ہے۔ اگر احکامِ خداوندی کے مطابق عمل کرے تو تُو رحمتِ جاوید کا سزاوار ہو گا۔ اس کے قول و فعل اور ارادے کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ۔

اسی طرح اگر تو اپنے دل میں کسی کے لیے محبت پائے تو اپنے دل سے ہوا و ہوس

کو نکال دے۔

اگر وہ محبت کے لائق ہے تو اسے محبوب رکھ۔ اگر وہ نفرت کے لائق ہے تو اُس سے نفرت کر۔

اگر محبت و نفرت میں ہوس کا شائبہ نہ ہو تو وُہ خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔

خُدا کے احکام کے مطابق عمل کر اور خدا کی معیت میں ہوا و ہوس کا مخالف ہو۔

اے سالک تو چونکہ اس کام کے لیے مامور ہے۔ اس لیے اسی راستے پر چل۔ ورنہ کنوئیں میں گر پڑے گا۔

اللہ سے مدد مانگ۔ ہوا و ہوس کے پیچھے نہ چل۔ ورنہ تو اللہ کی راہ سے بھٹک جائے گا۔

حضرت نے فرمایا۔ ایک دن رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ کفار قبیلہ کے ایک سردار نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو گالیاں دینے لگا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور خاموش رہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر سے پگڑی اتاری اور صدیق کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کوئی بات کہی۔ حضرت رسالت پناہ نے فوراً سر پر پگڑی رکھی اور روانہ ہو گئے۔ صدیق رضی اللہ عنہ بھی اُن کے پیچھے چل پڑے اور اس کا راز دریافت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب وہ بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا اور تو خاموش تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس پر لعنت برس رہی ہے اور تجھ پر رحمت۔ میں نے بھی رحمت کے لیے اپنا سر ننگا کر لیا۔ جب تم نے اس کا جواب دینا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ رحمت رُک گئی ہے۔ میں ڈر گیا۔ ایسا نہ ہو کہ تو مزید جواب دینے لگ جائے اور اس جگہ بھی لعنت برسنا شروع ہو جائے۔ اس لیے میں نے اعتراض کیا اور وہاں سے چل پڑا۔

غرہتی گر کسی بدت گوید   تشو تیرہ، باصفا باش
در کنی صبر بر جفای کسان   لائق رحمت خُدا باش

(غریبی اگر کوئی شخص تجھے بُرا کہے تو ناراض نہ ہو بلکہ دِل صاف کر)

(اگر تو لوگوں کے ستم پہ صبر کرے تو رحمتِ خداوندی کا مستحق ہوگا)

پھر فرمایا کہ شیخ محی الدین عربی سے روایت ہے کہ ایک مجذوب اہلِ حال ماہ رمضان کے آخری دن دمشق میں ظاہر ہوا۔ وہ راستے میں بیٹھا۔ کوئی چیز کھا رہا تھا۔ اچانک شہر کا محتسب جو جامع مسجد کا مؤذن بھی تھا۔ ادھر آنکلا۔ اس نے مجذوب کو ڈرایا دھمکایا اور چلا گیا۔ کچھ وقت کے بعد جب مؤذن نے اذان کہی تو مجذوب نے بھی آواز سنی۔ پوچھا یہ کس کی آواز ہے۔ اسے بتایا گیا۔ یہ اسی کی آواز ہے جس نے تجھے ڈانٹا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ شخص تیرا اور تیرے دوست کا نام لیتا ہے۔ میں نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اس نے بھولے سے جو گستاخی کی ہے اس کے لیے اسے سزا نہ دے۔ دوسرے روز ماہ شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ سب اعزا اور ملازمین مبارکباد کے لیے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ سب کے ساتھ شفقت و کرم سے پیش آیا۔ جب بادشاہ کی نظر اس مؤذن پر پڑی تو وہ برہم ہوا اور اسے باہر نکال دیا۔ حاضرین حیران ہوئے کہ اس مؤذن سے کیا قصور کیا جو بادشاہ کی ناراضی کا سبب بنا۔ لیکن مؤذن سمجھ گیا کہ یہ ناراضی اس عارف آگاہِ دل کی وجہ سے ہے۔ وہ مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عجز و نیاز سے اپنی گستاخی کی معافی مانگی۔ مجذوب نے کہا۔ میں نے تجھے پہلے ہی معاف کر دیا تھا۔ ورنہ تم دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیکھتے کہ تمہیں کیا سزا ملتی۔ اپنے گھر جاؤ۔ بادشاہ لطف و کرم سے دیکھے گا۔ اسی وقت بادشاہ نے مؤذن کو بلا کر خلعت عطا کیا اور معذرت خواہ ہوا۔ یہ قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کو جانے کی اجازت دی۔ عربی نے کہا۔ میرے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ تمہاری والدہ یمن میں تجھے بہت یاد کرتی ہے اور تیرے لیے روتی ہے۔ تم اس طرف جلد روانہ ہو جاؤ۔

جب تک تو پیر کی محبت حاصل نہیں کرتا اور ایک ہی طرف توجہ نہیں کرتا تو کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔ پہلے سب کچھ دِل سے باہر نکال دے۔

میں دوسرے دن صبح خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس بات کو سمجھانے کے لیے مسکراتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

اغر بتی ہر چہ بجز دوست بود دور انداز　　　مذہب اہل دلاں ست سبکسار بیا

(اغربتی دوست کے علاوہ ہر چیز کو دور پھینک دے۔ دِل والوں کا طریق اپنے آپ کو ہر بوجھ سے ہلکا رکھنا ہے)

میرے دِل سے تمام وسوسے جاتے رہے اور ان کی محبت کا ولولہ پیدا ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اسی اثنار میں ہمت عالی کے متعلق ذکر شروع ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بلند ہمّت کاموں کو پسند کرتا ہے۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

دوست میدارد خداوند جہاں　　　ہمّت عالی طلب کُن ای جوان

(مالکِ جہاں ہمت عالی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے اے جوان اس کی آرزو کر)

ہمّت عالی خُدا جوئی بُود　　　ترک غیرش کردہ یکروئی بُود

(ہمتِ عالی تلاش حق ہے۔ غیر کو ترک کرنے سے یک جہتی حاصل ہوتی ہے)

ہر کہ روی خود سوی دُنیا نہاد　　　آتش حرصش کند اورا رماد

(جس نے اپنا رُخ دنیا کی طرف کیا حرص کی آگ نے اسے راکھ بنا دیا)

آنکہ با عقبیٰ ہمیدارد سری　　　میشود از کیمیای او زری

(جو شخص آخرت کا خیال رکھتا ہے وہ اس کی کیمیا سے سونا بن جاتا ہے)

آنکہ دائم ہمتش مولا بود　　　گوھر بی قیمت و یکتا بُود

(وہ شخص جس کا منتہای ہمت ہمیشہ مولا ہوتا ہے۔ وہ لاثانی بے بہا گوہر بن جاتا ہے)

چوں بتوحید خُدا باشد فنا　　　قیمت اورا کہ داند جز خدا

(جب وہ توحیدِ خُدا میں فنا ہو جاتا ہے۔ خدا کے سوا اس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا

از خدا تا میتوانی روز و شب　　　ای معالی همت عالی طلب

(اے معالی! رات دن، جہاں تک ہو سکے خدا سے ہمت عالی کی دعا مانگ)

حضرت نے ملا نظام الدین کاتب کی طرف رُخ کر کے بیان کیا۔ یمن میں ایک بڑا درویش تھا۔ اہل عرب میں سے بعض صحرا نشین اس کے معتقد ہو گئے۔ وہ اس کے مرید ہونا چاہتے تھے۔ لیکن اس کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ بعض نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو آپ کی اولاد میں سے یا درویشوں میں سے کوئی ایک مرید بنا لے۔ بزرگ نے کہا، مرید بنانا اور تلقین کرنا ایک امانت ہے اور یہ بڑا اہم کام ہے۔ جہاں کہیں بتواتر رسولِ اکرمؐ کا خلیفہ قائم رہے گا، یہ دولت باقی رہے گی۔ الشَّیخ فی قومہ کالنبیّ فی اُمّتہ (کسی قوم میں پیر کا وجود امت میں نبیؐ کی طرح ہے) اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جب تک سالک نے شریعت و طریقت و حقیقت کے مراحل طے نہ کیے ہوں۔ پیغمبر اور بزرگانِ سلف کی طرف سے اجازت نہ ہو۔ ایک شیخ حق آگاہ اس اہم کام کی اجازت کب دے سکتا ہے؟

سالہا بردند مردان انتظار　　　تا یکی را بار شد زاں صد ہزار

(مردوں نے سالہا سال تک انتظار کیا۔ پھر کہیں لاکھوں میں ایک کو اجازت ملی)

اگر سالک نے یہ تینوں مراحل طے نہ کیے ہوں اور شیخ اسے اجازت نہ دے تو وہ خیانت کار زیاں پذیر ہو گا۔ صحرا نشینوں میں سے جو مرید ہونا چاہتا ہے اور وہ حاضر نہیں ہو سکتا۔ وہ اس بات کا اعلان کرے کہ وہ غائبانہ بیعت کرے گا تو ہم مرید بنا لیں گے اور رسم کے مطابق جو مناسب ہو گا بھیج دیں گے۔ چنانچہ دن جس دن رسولِ اکرمؐ بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ موجود نہ تھے۔ ایک جماعت نے اپنے آپ کو عثمانؓ کا نائب پیش کیا اور بیعت کی۔ اس بزرگ نے کہا، بعض جاہل نادان اس کی بالکل پروا نہیں کرتے اور دنیاوی طمع کی خاطر نفسانی اغراض کے لیے یہ پیشہ اختیار کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کے ایمان کو لوٹتے ہیں۔ وہ آخرت کی گیر و دار سے نہیں ڈرتے اور نہ انہیں اپنی جان

کے ضیاع کا خوف ہے۔ میں یہ سب کچھ خود غرضی کی بنا پر نہیں کہہ رہا۔ بلکہ جس کام کے لیے میں مامور ہوں وہ کہہ رہا ہوں۔ اس بات کو وہی شخص سمجھتا ہے جو قلب سلیم رکھتا ہے۔ یہ باتیں سن کر سب درویشوں نے توبہ کی۔

حضرت نے نظام الدین کاتب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین کا ارشاد ہے کہ سالک دل سے دنیا کی محبت زائل کرنے کی کوشش کرے۔ تمام علائق دنیوی سے منقطع ہو جائے اور صدق و اخلاص کے ساتھ خدا سے محبت کرے اور کسی چیز کی آرزو نہ کرے۔ اور روز بروز اپنے ظہور پر ترقی کرتا جائے۔ بعد میں حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔

بعشق کوش دلا از برای مال منال　　　　کہ آں بیخبر آنست میل مال و منال

(اے دل عشق کے لیے کوشش کر اور مال کے لیے بے تاب نہ ہو۔ مال و متاع کی چاہت نادانوں کا کام ہے)

مباش در پی مال و منال باش مدام　　　　طراز عاشقی و عشق، راز حسن و جمال

(مال و متاع کے پیچھے نہ لگ ہمیشہ عشق و عاشقی کی زینت اور حسن و جمال کا راز بن)

چو غربتی سر و زر صرف میتوان کرد　　　　براہ اہل کمال از برای کسب کمال

(اہل کمال کی راہ میں کمال حاصل کرنے کے لیے غربتی کی طرح سر اور مال قربان کرنا چاہیے)

ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے کہا بعض مشائخ نے مریدوں کو منع کیا ہے کہ دوسرے شیخ کے پاس نہ بیٹھیں۔ منع کرنے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا۔ ممکن ہے۔ بقول الصحبت تو ثر (صحبت کا اثر ہوتا ہے) اس کا دل دوسری جانب لگ جائے اور اپنے شیخ کا مرتبہ اس کی نظروں سے گر جائے اور دوسرے کو اپنا مرشد بنا لے۔ بعض بزرگان طریقت کی نگاہ میں یہ روحانی ارتداد ہے اور دوری و انقطاع کی ایک صورت ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

یک دل داری بس است یک دوست ترا

(تیرے پاس ایک دل ہے۔ بس تیرے لیے ایک دوست کافی ہے)

اسی اثناء میں ایک شخص آیا۔ اس نے عرض کیا کہ چند دنوں سے جن درپے آزار ہیں۔

نہ کھانے دیتے ہیں نہ بیٹھنے اور نہ سونے ہر بار بار نجاست کے ٹوکرے گھر والوں پر پھینکتے ہیں کنکر پتھر مارتے ہیں۔ میں لاہور کے اکثر درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کسی سے تدارک نہیں ہو سکا۔ کئی مرتبہ راتوں کو درویش یہاں آکر ٹھہرے۔ ان کو بھی نقصان پہنچا۔ حضرت نے حاجی حسین سے کہا۔ جاؤ۔ حویلی میں بلند آواز سے کہو۔ فقیر ابوالمعالیؒ کہتا ہے۔ اگر اس کے بعد تم نے کسی قسم کا نقصان پہنچایا تو سزا پاؤ گے۔ حاجی حسین نے جاکر اسی طرح کہا۔ اسی وقت جنّوں کا نشان تک نہ رہا۔

حضرت نے فرمایا۔ بزرگوں سے روایت ہے کہ اگر درویش ہزار سال سلوک کی راہ پر چلے اور اس کے دل میں یہ خیال گذرے کہ اس کی جدوجہد قبول ہوگئی ہے تو وہ شخص جاہ طلب ہے۔ مرد طلب نہیں۔ ملّا نظام الدین روتا ہوا پاؤں پر گر پڑا اور دوبارہ تائب ہوا۔ حضرت نے اس پر نوازش کی اور اندر تشریف لے گئے۔



محفل ہشتم

۲۸ رماہ رمضان المبارک حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مُلّا ابراہیم، درویش محمد امین، حاجی حسین حافظ، مُلّا نظام کاتب، مُلّا عصمت اور صلحاء و فضلاء موجود تھے۔ ایک شخص محمود نامی آیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں وہ شخص ہوں جو چودہ کی رات کو حسین کے گھر میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ دوسرے دن عصر کے وقت مُلّا حسین منورہ بھی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا۔ اتنا عرصہ کہاں رہے۔ اس نے کہا۔ عیاں راچہ بیان۔ اس وقت ایک اور شخص موجود تھا۔ اس نے کہا۔ ایک مہینے سے میرا ہمسایہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔ حضرت تھوڑے عرصے کے لیے خاموش رہے۔ پھر مُلّا حسین منورہ کو مخاطب کر کے کہا روضۃ الاورادکو مطالعہ کرو اور اس پر عمل کرو۔ ممکن ہے خدائے بزرگ و برتر اپنی معرفت عطا کرے اور غیر سے رہائی بخشے۔ اس نے کہا۔ میرے پاس روضۃ الاوراد نہیں ہے۔ حضرت نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تمہیں دے گا۔

اسی اثناء میں ایک عالم شخص آیا۔ اس نے ایک افیونی مجذوب کی تعریف کی اور بتایا کہ ولی ہے اور قطبِ وقت ہے۔ اس سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ ہم میں چشمِ بصیرت نہیں ہم اس کی تحقیق چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ولی وہ شخص ہے جو ذات وصفات الٰہی کا عارف ہو۔ فرامینِ الٰہی کا پابند ہو۔ گناہوں سے بچتا ہو۔ شہوات سے پرہیز کرتا ہو۔ اب تم خود سمجھ لو۔ میرے بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے اگر کسی اطاعت گذار شخص سے کوئی خلافِ عادت کام واقع ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ اگر ریاضت و اطاعت کا اظہار مقصود نہ ہو تو اسے شعبدہ کہتے ہیں۔ اگر غیر تابع سنّت سے خلاف عادت کام صادر ہو تو اُسے استدراج کہتے ہیں۔ اگر کسی مومن سے صادر ہو اور کسی مصیبت سے نجات کا

سبب ہو تو یہ معونت ہے۔ تفصیل کی زیادہ ضرورت نہیں۔ یہ باتیں اعزا کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ مجذوب وہ ہے جو یک لخت حق میں جذب ہو جائے اور عنایت الٰہی سے تمام مقامات تھوڑی مدت میں طے کر لے۔ یہ دیوانے ہیں۔ ان سے خلاف عادات واقعات ظہور میں آتے ہیں۔ بعد میں اس نے عرض کیا۔ مجھے بڑی سخت مشکل پیش آئی ہے۔ حضرت سے حاجت برآری کے لیے درخواست کرتا ہوں۔ خدا میری مشکل آسان کرے۔ انہوں نے فرمایا حضرت غوث الثقلین کا ارشاد ہے۔ جو شخص اس وظیفے کو جمعہ کے روز پڑھنا شروع کرے، ہر روز ہزار بار پڑھے۔ دوسرے جمعہ تک، خداوند تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتے ہیں :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خالصًا مخلصًا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ صادقًا مصدقًا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حقًا حقًا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ابدًا ابدًا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یا ذوالجلالِ والاکرام۔ پھر حضرت اٹھ کھڑے ہوئے اور سب کو رخصت کیا لیکن خاکسار سے کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں وہاں موجود تھا کہ ہمسائگی سے ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا۔ میں چودھویں رات کو کریم الدین کے ساتھ حسین گھر میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے کہا۔ پورا ماجرا بیان کرو۔ اس نے کہا حسین گھر کے قریب ایک کنول بھرا تالاب تھا۔ چودھویں رات کو حضور کشتی میں بیٹھے سیر کر رہے تھے۔ میں نے ساری رات طلوع آفتاب تک ان کی خدمت میں گزاری۔ میں اجازت لے کر منورہ میں مُلّا حسین کے پاس پہنچا۔ چونکہ وہ نیند کی حالت میں تھا اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا ماجرا ہے۔ میں نے بتایا۔ میں نے ساری رات بیداری میں حسین گھر میں حضرت کی خدمت میں گزاری اور ان سے عجیب و غریب نکات سنے۔ انہوں نے غوث الثقلین کے گیارہ اشعار کا ترجمہ کیا۔ اس نے کہا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ حضرت تو ساری رات دریا کے کنارے پر تھے۔ ہم نے دوستوں کے ساتھ ساری رات وہاں گذاری۔ اس کے بعد ہم حیرت زدہ ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔ شیخ عبداللہ تستری باکمال اولیاء میں سے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک حاجی ان کے مرید کے پاس آیا اور

اس نے بتایا کہ ہم فلاں دن عرفات میں تمام دن شیخ عبداللہ تستری کی خدمت میں تھے اور ہم نے یکجا وقت گذارا۔ اس نے کہا۔ تعجب کی بات ہے۔ اس دن تو شیخ حجرہ سے باہر نہیں نکلے اور ہم نے سارا دن ان کی خدمت میں گذارا۔ دونوں حیران ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے کہا۔ کیا تمہیں اللہ کی قدرت پر ایمان ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ شیخ نے کہا۔ خدا کی قدرت سے یہ بات کیا بعید ہے اور فرمایا۔ آفتاب ایک ہی ہے۔ سب لوگ سب جگہ دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے سر پر ہے۔ اگر خدا ایک بندے کو اس طرح دکھائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حضرت دوبارہ باہر تشریف لائے اور وہ شخص بھی جو ہمسایہ کے خلاف شکایت کر رہا تھا۔ موجود تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ہمسایہ کی ایذا رسانی پر صبر کرے خدا تعالیٰ جلد ہی اس کو ظالم پر مسلط کر دیتا ہے۔ دنیا سے ہی اس کا دانہ پانی اٹھا لیتا ہے اور اس کے گھر پر صابر شخص کا تصرف کرا دیتا ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس شخص کا آدمی دوڑا ہوا آیا۔ اس نے بتایا۔ وہ ہمسایہ جو تکلیف دیتا تھا۔ ابھی ابھی کوٹھے سے گر پڑا اور ہلاک ہو گیا ہے۔ اس کے گھر والے تجہیز و تکفین کے لیے اس کا گھر گرو رکھ رہے ہیں۔ وہ شخص حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا۔ سب کو رخصت کیا۔ جب وہ اندر تشریف لے گئے تو میں تنہا باہر بیٹھا تھا۔ اچانک ایک نورانی پیر حقانی شخص ظاہر ہوا۔ اس کے آتے ہی حضرت باہر تشریف لے آئے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ میں بھی آہستہ آہستہ ان کے پیچھے جا بیٹھا۔ وہ باتیں کر رہے تھے اور لطف لے رہے تھے۔ کبھی پھولوں کی طرح کھلکھلا اٹھتے تھے اور کبھی ابر بہار کی طرح آنکھوں سے قطرے گر رہے تھے۔ پھر میں اس پیر نورانی نے جیب سے کاغذ نکالا اور حضرت کو دکھایا۔ انہوں نے کاغذ کو چوما اور آنکھوں پر رکھا پھر انہوں نے تسبیح نکالی۔ اس کی بڑی تعظیم کی۔ اسے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ بعد میں سرگوشی میں باتیں کرتے ہوئے اس خاکسار کو بلایا اور اس مردِ نورانی کے قدموں پر ڈال دیا۔ پھر حضرت اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ نورانی شخص چل دیے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے حضرت

سے دریافت کیا۔ وہ شخص کون تھے اور وہ کاغذ اور تسبیح کس سے تعلق رکھتے تھے۔ فرمایا۔ وہ شخص شاہ جمال اللہ نبیرۂ حضرت غوث الثقلین ولد شاہ عبدالرزاق تھے۔ ایک دن حضرت غوث الثقلین وضو کر رہے تھے کہ شاہ جمال اللہ آگئے۔ اپنے پاس بلایا۔ اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور کہا۔ اے بیٹا۔ خدائے بزرگ نے تمہیں لمبی عمر عطا کی ہے۔ تم ہمیشہ اپنی زبان کو ذکرِ حق سے تر رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عمر دراز بخشی ہے۔ وہ دنیا میں سیر کرتے ہیں۔ تمام اولیاء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو گمنامی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ انہیں کوئی نہ پہچانے۔ اللہ تعالیٰ جس کو رتبہ قطبیت عطا کرتا ہے۔ ان کو اس کے سر پر لے آتا ہے اس کاغذ پر حضرت غوث الثقلینؒ کے دستخط تھے۔ یہ کاغذ انہوں نے خود لکھ کر دیا ہوا تھا۔ تاکہ تبرکاً اسے حفاظت سے رکھیں اور یہ تسبیح حضرت غوث الثقلینؒ کی تھی۔ میں نے پوچھا حضرت اس کاغذ پر کیا لکھا ہوا تھا۔ فرمایا۔ اس کا مضمون یہ تھا :

علم پڑھ اور اس پر عمل کر اور لوگوں کے کام آ۔ کسی کو برائی سے یاد نہ کر۔ ہمارے جانشین کو مکرّم و محترم رکھ۔ اپنے اخلاق کو قائم رکھ۔ ہر روز قرآن پڑھ۔ راہِ طریقت میں مردوں کے تین گروہ ہیں۔ محقق، مدّعی اور سماع پڑھنے والے۔ محقّق وہ ہیں جن کی باتوں سے نور پیدا ہے مدّعی وہ ہے۔ جس کی باتوں سے بے وقاری ظاہر ہوتی ہے۔ سماع پڑھنے والوں کی باتوں سے بیگانگی ظاہر ہوتی ہے۔ حقیقت کی بنیاد شریعت پر ہے۔ شریعت حقیقت کے بغیر بیکار ہے اور حقیقت شریعت کے بغیر بیکار ہے۔ انہوں نے اس طرح کے اور حقائق بیان کیے۔ اسی اثناء میں محبت کے متعلق بات شروع ہوئی۔ فرمایا۔ خدا کی محبت تمام مقامات کا منتہا ہے۔ خدا کی محبت سے سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔ جب محبت کمال کو پہنچی ہے تو عشق بن جاتی ہے۔ جو شخص اللہ کے دیدار کی خواہش کرتا ہے۔ اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے۔ محبت بندہ کو خدا تک پہنچاتی ہے۔ اس لحاظ سے محبت طریقت کے لیے فرض ہے۔ محبت کی دنیا میں وفا و جفا اور منع و عطا برابر ہیں۔ محبت نہ تو وفا سے بڑھتی ہے اور نہ جفا سے کم ہوتی ہے ~

سعدی بجفا ترکِ محبت نتواں کرد　　　　بر در بنشینم اگر از خانہ برانند

(سعدی جور و وفا سے محبت ترک نہیں کی جا سکتی ۔ اگر وہ گھر سے باہر نکالتے ہیں تو دروازے پر بیٹھ جاتا ہوں)

خدا کی محبت حاصل کرنے کے بہت طریقے ہیں ۔ لیکن بہتر اور آسان یہ ہے کہ اپنے پیر کی محبت دل میں راسخ کرے ۔ اس سے اللہ کی محبت جلد دل میں پختہ ہوتی ہے اور جلد میسر آتی ہے ۔

چوں تو ذاتِ پیر خود کردی قبول　　　　ہم خدائیت اندر آمد ہم رسول ؐ

(جب تو نے ذاتِ پیر کو اپنے اندر سمو لیا تو تیرے اندر خدا بھی آ گیا اور رسول ؐ بھی)

پھر فرمایا ۔ رسولِ خدا ؐ کا ارشاد ہے ۔ ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق اٹھایا جائے گا ۔ جو کفار سے محبت رکھتا ہے ۔ وہ کفار سے اٹھایا جائے گا اور اس کے اعمال اسے کچھ فائدہ نہیں دیں گے ۔ یہ حدیث بدور السافرہ فی امور الآخرہ　میں منقول ہے ۔ جس شخص کی محبت پیغمبر ؐ اور اس کے تابعین کے ساتھ ہوگی ۔ وہ آخرت میں ان کے ساتھ اٹھے گا ۔ حضرت اپنی زبان سے بار بار یہ شعر دہرا رہے تھے ۔

ای خدای من مرا انجامِ کار　　　　زندہ و مُردہ بعشقِ پیر دار

(اے میرے خُدا آخر کار مجھے اپنے پیر و مرشد کے عشق میں زندہ رکھ اور اسی کے عشق میں موت دے)

انہوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے یہ بڑی دولت استحقاق کی بنا پر عطا کی ۔ اسی اثناء میں مولوی حسن عابد کا خط موصول ہوا ۔ اس میں لکھا ہوا تھا :

اسی تمام زہد و تقویٰ کے باوجود وہ تمہاری مست آنکھوں سے ایک عابد فریب غمزہ کی تمنا رکھتا ہے ۔

اے شاہ تو کاہ رُبا ہے اور حسن کاہ ہے ۔ تو اپنی طرف کھینچنے والا ہے ۔ وہ

تمہاری طرف کھینچ رہا ہے۔

اے ماہِ رُخ۔ تو ہماری جان و ایمان ہے۔ ہم نے اپنا حال اشارۃً تمہیں بتایا ہے۔

کفر کافر کے لیے اور دین دیندار کے لیے مبارک ہو۔ دلِ عطار کے لیے ذرّہ بھر عشق کافی ہے۔

خط میں اور بھی بہت سی باتیں لکھی تھیں۔ حاشیے میں اس خاکسار کے لیے دعا کی تھی اور یہ اشعار تحریر کیے تھے۔

ای بو بزم وصل حاضر غائبا نرا دستگیر

زانکہ دستِ حاضراں از غائباں کوتاہ نیست

(اے مرشد تو بزمِ وصال میں حاضر ہے۔ غائب افراد کا ہاتھ پکڑ۔ کیونکہ حاضر اشخاص کا ہاتھ غائبوں سے چھوٹا نہیں ہوتا)

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی　　بیاد آر محباں بادہ پیمارا

(جب تو دوست کے ساتھ بیٹھے اور شراب پیے تو اپنے شراب پینے والے ساتھیوں کو بھی یاد کر)

خط میں یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ اس بہشت رسا محفل کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہو، خط لانے والے کے ہاتھ عنایت فرمائیں۔ شیخ حسن پر انھوں نے بڑی عنایت فرمائی اور کہا۔ الحمدللہ۔ حق تعالیٰ نے پیر دستگیر کی عنایت سے تمہیں یہ بڑی دولت عطا کی ہے۔ اس سے رشتوں کا درجہ بلند ہو گیا ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان دوستی و محبت استوار ہو گئی ہے۔ اے خدا اس محبت میں اضافہ کر۔ عابد نے عرض کیا کہ مولوی حسن کے خط کا جواب مرحمت ہو۔ حضرت نے دوات و قلم منگوائی اور لکھا۔

اے اعلیٰ اخلاق کے مالک اور صاحب عظمت۔ خدا اپنے فیض لایزالی سے تیری

استعانت فرمائے۔

اے وہ کہ عالم کے ہشیاروں میں پسندیدہ اور وادیٔ محو کے سرمستوں میں افضل ہے اور وہ جو اسرار عالی تنزیہی اور اس کی صداقت سے آگاہ ہوا۔ وہ ہزاروں تحسین و ستائش کا مستحق ہے۔ حقائق کی مشکلات سے پردہ اٹھانے والی دعائیں اس کے لیے مخصوص ہیں۔

(۱) المبدور المسافرہ فی امور الآخرہ۔ مؤلفہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی، آیات و احادیث کی رو سے حشر و نشر و جنت و دوزخ کا بیان۔

آپ پر واجب ہے کہ صداقت کی ذیل میں جو کچھ تحریر ہوا۔ اسے حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اور جو کچھ دُور کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اسے غائر توجہ سے دور فرمائیں۔ والسلام۔ حاشیے پر لکھا ہے۔

فرزندِ حقیقی، نورِ بصر تحقیقی محمد باقر دوستانہ سلام عرض کرتا ہے۔

ہر آن نامہ کز یار جانی بود طرب نامۂ زندگانی بود

(وہ خط جو یار جانی کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ گویا زندگی کا طرب نامہ ہے)

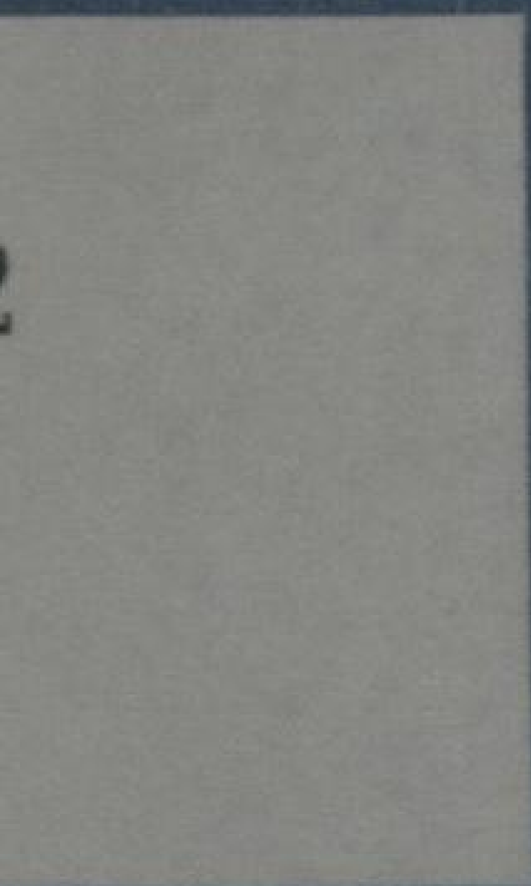
میری مراد حاصل ہوئی۔ حضرت اٹھے اور خلوت میں تشریف لے گئے۔ الحمد للہ رب العالمین علیٰ ذالک۔

میں نے آٹھوں محفلوں کا نام ہشت محفل رکھا۔ یہ نسخہ شریفہ ۲۴ شوال ۱۰۰۸ھ کو تمام ہوا۔ چونکہ یہ نسخہ ہندوستان کی طرف روانہ ہونے کے وقت دستیاب ہوا۔ اس لیے اس کا کچھ حصہ خواجہ عبداللطیف اور کچھ حصہ فقیر تاج محمد نے لکھا اور فرزند سیدالمرسلین سید محمد صالح کی بے پناہ عنایت و نوازش سے حاصل ہوا۔



اشاریہ




2